

ماہنامہ  
محمد الیاس گھمن

سرگودھا  
فقیہ  
ماہنامہ

شمارہ نمبر 2

فروری 2015

جلد نمبر 4

اجماع  
امت محمدیہ کا اعزاز



گستاخانِ رسول کی  
مذموم جسارت

مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا کا ترجمان



شمارہ نمبر 2

فروری 2015

جلد نمبر 4

معاون مدیر

مولانا  
محمد کلیم اللہ حنفی

مدیر

مولانا  
محمد البیاس گھمن

خط و کتابت کا پتہ

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک  
35 ڈالر ..... سالانہ

سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک  
25 ڈالر ..... سالانہ

ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر ..... سالانہ

دفتر رسائل و جرائد  
مرکز اہل السنۃ والجماعت  
87 جنوبی سرگودھا

mag@ahnafmedia.com

آن لائن پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے

www.ahnafmedia.com

قیمت فی شمارہ 20 روپے علاوہ ڈاک خرچ

سالانہ 300 روپے  
زرتعاون

سرکولیشن مینیجر

0332-6311808

صبح 8 تا 4 بجے شام



WhatsApp

+923062251253

مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا

## فہرست

- 3 ----- گستاخانِ رسول کی مذموم جسارت  
بھ..... ادارہ
- 8 ----- انشورنس کا متبادل ”نظامِ مکافل“  
مفتی محمد راشد ڈسکوی رحمۃ اللہ علیہ
- 23 ----- اجماع..... امت محمدیہ کا اعزاز  
مولانا عبدالرحمان سندھی رحمۃ اللہ علیہ
- 31 ----- سونے چاندی کے قیمتوں میں اتار چڑھاؤ  
مفتی رئیس احمد رحمۃ اللہ علیہ
- 33 ----- حقیقی تصوف اور صوفیاء کی پہچان  
مولانا عنایت اللہ عینی رحمۃ اللہ علیہ
- 40 ----- فکری گمراہی کا پانچواں سبب  
مولانا محب اللہ جان رحمۃ اللہ علیہ
- 45 ----- حیاتِ حجتہ الاسلام..... ایک جھلک  
مولانا محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ
- 55 ----- دینی امور میں احتیاط  
مولانا محمد طارق خلیل رحمۃ اللہ علیہ
- 58 ----- الاشباہ والنظائر (1)  
مفتی محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ

## گستاخانِ رسول کی مذموم جسارت

کھ..... ادارہ

جس کے وجود پاک سے عالم ارض و سماء کو وجود بخشا گیا، جس کی وجہ سے کائنات میں رنگینیاں بکھیری گئیں، جس کے طفیل حضرت انسان کا سرِ نحر سے بلند ہوا، جس کے وسیلے سے آفات، حادثات، سانحات اور مصائب و آلام سے چھٹکارا ملتا ہے، جس کے سبب سے دولت ایمان سے مالا مال ہوا جاتا ہے، جس کی عالمگیر اور حقیقی نبوت سے تمام انبیاء مستفید ہوئے، جس کا تمام عالم بنی نوع انسان کے پیغمبروں نے کلمہ پڑھا، جس کے احسانات عالم ارواح، عالم رنگ و بو، عالم برزخ اور عالم آخرت میں چاروں اطراف سے احاطہ کیے ہوئے ہیں۔

جس کی حیاتِ طیبہ، نبوت و رسالت، فرامین و تعلیمات اور اسوۂ حسنہ کا اساسی اور حقیقی مقصد خالق دو جہاں کی معرفت، رضا اور اس کے نازل کردہ نظام کا نفاذ تھا۔ جس نے عالمی امن کی صرف بنیادیں ہی نہیں بلکہ اس کا بلند و بالا خوبصورت محل تعمیر کیا جس کی چھت تلے بین الاقوامی تعلقات عامہ کی لٹکی قندیلوں میں وہ فانوس روشن کیے جن سے اقوام عالم کے ہر فرد کو اپنا تحفظ اور بقاء نظر آئی۔

آپ کے آفاقی نظام کے روشن آفتاب سے امن و آشتی کی کرنیں چھن چھن کر کرہ ارضی کو رواداری، مروت اور احترام کا گہوارا بناتی رہیں۔ اقوام عالم میں بھائی چارے کے ماحول کو پروان چڑھایا۔ بالخصوص دنیا کی تین بڑی قوموں اور تہذیبوں نصاریٰ، یہود اور مشرکین کے ساتھ مسلمانوں کے باہمی تعلقات اور پُر امن روابط کی ایسی مثال قائم کی جس کی نظیر نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل تاریخ میں کہیں نظر

آتی ہے اور نہ ہی آپ کے بعد کوئی ریفارمر ایسی ممکنہ اور مجوزہ تھیوری پیش کر سکا ہے۔  
لیکن کیا کیا جائے احسان فراموشی کا؟؟

حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس آخر الزمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری اور نوید سنائی جس کا تذکرہ قرآن پاک میں بھی ملتا ہے اور انجیل (خواہ وہ موجودہ دور کی تحریف شدہ ہو یا سابقہ دور کی غیر محرف دونوں) میں موجود ہے۔

عالمی امن قائم کرنے کے لیے جن اداروں کی بنیاد رکھی گئی تھی ایسے بین الاقوامی ایٹوز پر ان کی مبینہ خاموشی جہاں ان کی اسلام دشمنی کو بے نقاب کرتی ہے وہاں ان کے دوہرے معیار کا پتا بھی دیتی ہے ساتھ ساتھ ان کے دستور اور قوانین پر سوالیہ نشان بھی ہے۔ بارہا! اہل اسلام کی دل آزاری کی ناپاک مہم چلائی گئی، قوموں کے بنیادوں حقوق کے لیے چیخنے چلانے والے سب گروہ، ساری تنظیمیں، جماعتیں اور تمام این جی اوز اس سارے منظر نامے سے کیوں غائب ہیں اور کہاں غائب ہیں؟؟

افسوس صد افسوس! چند مسلمانوں کے علاوہ باقی کہاں ہیں؟ جو اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے گھروں کو خیر باد کہہ کر کئی کئی دنوں تک دھرنوں اور ریلیوں میں تو شریک ہوتے ہیں لیکن رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور ناموس کے لیے بے حس ہو کر گھروں میں دبکے بیٹھے ہیں۔

## محافظ ناموس آل محمد ﷺ

8 ربیع الاول 1436ھ بمطابق 31 دسمبر 2014ء بروز بدھ کو مرجع العلماء، جامع المحاسن، عظیم مورخ اور محقق اسم با مسمیٰ حضرت مولانا محمد نافع رحمہ اللہ فاضل دارالعلوم دیوبند داعی اجل کو لبیک کہہ گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون ان اللہ ما

اعطی ولہ ما اخذ وکل شیئ عندہ باجل مسہی۔

مولانا محمد نافع بن مولانا عبدالغفور بن مولانا عبدالرحمان مرحوم و مغفور ضلع چنیوٹ کے مشہور قدیمی قصبے ”محمدی شریف“ میں تقریباً 1335ھ بمطابق 1915ء میں پیدا ہوئے۔ قرآن پاک اپنے والد ماجد سے حفظ کیا، ابتدائی دینی کتب اپنے برادر کبیر مولانا محمد ذاکر رحمہ اللہ اور مولانا حکیم عبدالجید اعلیٰ رحمہ اللہ سے پڑھیں۔ متوسط کتب امام پاکستان مولانا سید احمد شاہ بخاری رحمہ اللہ اور مولانا غلام یاسین سے پڑھیں۔ (مذکورہ بالا اساتذہ کرام فضلاء دارالعلوم دیوبند ہیں) اعلیٰ تعلیم کے لیے مرکز علم و عمل دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، شیخ الادب مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ امرہی، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمہ اللہ، مفتی ریاض الدین رحمہ اللہ اور مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ سے 1363ھ میں دورہ حدیث پڑھ کر فارغ ہوئے اور وطن عزیز واپس آکر تعلیم و تدریس اور تصنیف و تحقیق کے کام کی طرف متوجہ ہوئے متعدد علمی تحقیقی کتابیں تصنیف فرمائیں۔

رحماء بینہم (چار جلدیں)، بنات اربعہ، حدیث ثقلین، سیرت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، سیرت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (دو جلدیں)، فوائد نافعہ (دو جلدیں) مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین، حضرت ابوسفیان اور ان کی اہلیہ رضی اللہ عنہما وغیرہ علمی و تحقیقی دنیا میں اپنی قابلیت کا لوہا منوایا۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی سیرت کے متعلق آپ کی کتب سند کا درجہ رکھتی ہیں آپ کی تحقیق کو وقت کے عظیم محققین نے بھرپور خراج تحسین پیش کیا ہے۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں: بلاشبہ رحماء بینہم؛ علم و تحقیق کے

اعتبار سے انوکھی اور نہایت ہی بلند پایہ کتاب ہے، جس نے اس موضوع پر ہمارے علمی و تحقیقی سرمایہ میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ یہ کتاب صرف اردو ہی میں منفرد نہیں عربی لٹریچر میں بھی اس قسم کی کوئی مفصل کتاب احقر کے علم میں نہیں ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ فاضل مؤلف نے اس اچھوتے مگر ضروری موضوع پر تحقیق کا پورا حق ادا کیا ہے۔ (تبصرے ص 266)

موصوف نے افراط و تفریط سے الگ رہ کر اہل السنّت کے صحیح موقف کی ترجمانی کی ہے اور اس موضوع پر تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے ان کی ہر بات تاریخی حوالوں سے مزین ہے بلکہ انہوں نے صرف اہل السنّت ہی کے نہیں اہل تشیع کے ماخذ سے بھی اپنے موقف کو ثابت کیا ہے جن پر ان کی بڑی وسیع اور گہری نظر ہے۔ پھر قابل تعریف بات یہ ہے کہ فاضل مؤلف کا انداز بیان مناظرانہ اور جارحانہ نہیں بلکہ باوقار اور متین ہے اور سنجیدہ علمی تحقیق کے معیار پر پورا اترتا ہے۔

(تبصرے ص 309)

علامہ ڈاکٹر خالد محمود پی ایچ ڈی لندن فرماتے ہیں: آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں کے حالات کمالات اور درجات ایسے محققانہ اور نفیس پیرائے میں بیان فرمائے ہیں کہ اس کتاب کی اشاعت واقعی اس عہد کا ایک نہایت اہم علمی اضافہ ہے، مولانا کا انداز بیان محض تبلیغی نہیں تحقیقی بھی ہوتا ہے، ایک مؤرخ کی حیثیت سے آپ بات کی آخری تہ تک اترتے ہیں۔ (بنات اربعہ ص 33)

استاذ المناظرین شیخ العرب والعجم علامہ عبدالستار تونسوی رحمہ اللہ آپ کے متعلق فرماتے ہیں: ”مولانا موصوف کی مذکورہ کتب میں درج شدہ دلائل ٹھوس حوالے صحیح اور مطابقی ہیں ان کی تحقیق سے اندازہ ہوتا ہے وہ ریت کے ذرات سے سونا



الگ کرنا جانتے ہیں۔“

(فوائد نافعہ ص 684)

موصوف کی پوری زندگی دین کی خدمت میں گزری، آپ کے علمی اور تحقیقی جواہر پاروں سے لاکھوں افراد مستفید ہوئے اور تاقیامت ہوتے رہیں گے۔ ایسے صاحب فضل و کمال رحلت ارشاد نبوی یرفع العلم بقبض العلماء کا عملی مظاہرہ ہے اور موت العالم موت العالم کا عین مصداق ہے۔

آپ کا جنازہ خواجہ خلیل احمد کی اقتداء میں کثیر خلق خدا نے پڑھا مغرب سے قبل آپ کی تدفین عمل میں آئی گویا 8 ربیع الاول 1436ھ 31 دسمبر 2014ء کا سورج غروب ہوتے ہی محافظ ناموس آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری نظروں سے ہمیشہ کے لیے اوجھل ہو گئے۔

## ایک چراغ اور بجھا

ملک کے معروف عالم دین، مسلک اہل سنت والجماعت کے عظیم محقق اور بزرگ شخصیت حضرت مولانا نور محمد تونسوی بھی اجل کے راہی بن گئے۔ مرحوم نے مسلک اہل سنت والجماعت کے عقائد و نظریات کے تحفظ پر اپنی گراں قدر علمی خدمات امت کے سپرد کی ہیں۔ نفعنا اللہ بہا و متعنا بہا۔ ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ اللہ رب العزت نے آپ کو باطنی اور روحانی علوم بھی خوب خوب نوازا، بالخصوص سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ اپنا بلند مقام رکھتے تھے۔ درجن بھر سے زائد مسلکی و تحقیقی کتب آپ کی علمی یادگار ہیں۔ اللہ رب العزت آپ کے پس ماندگان بالخصوص صاحبزادگان عزیزم مولانا احمد اللہ تونسوی، مولانا عبید اللہ اور مولانا حامد اللہ سمیت ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔



## انشورنس کا متبادل ”نظام تکافل“

چودھویں صدی ہجری میں جب دوسرے ممالک میں بحری سفر کے ذریعے تجارت کا عام معمول تھا، تو ان اسفار میں کبھی یہ جہاز بحری قزاقوں کے ہاتھوں لوٹ لیے جاتے اور کبھی سمندری طوفان کی نظر ہو کر غرق ہو جاتے تھے، جس کی بناء پر تاجروں کا لاکھوں، کروڑوں کا نقصان ہو جاتا، لہذا بحری سفر کے اس ہونے والے نقصان سے بچاؤ کے لیے یا اس نقصان کی تلافی کے لیے ”بیمہ“ کا آغاز ہوا، چنانچہ بیمہ کا مفہوم یہ بنے گا ”انسان کو مستقبل میں جو خطرات پیش آنے والے ہوں، کوئی انسان یا ادارہ ضمانت لے لے کہ فلاں قسم کے خطرات (Risks) کے نتیجے میں ہونے والے نقصان کے مالی اثرات کی میں تلافی کروں گا۔“ اس کو اردو میں ”بیمہ“، انگریزی میں ”انشورنس، Insurance“ اور عربی میں ”التامین“ کہتے ہیں۔

علامہ شامی رحمہ اللہ کے زمانے میں یہ رواج ہو گیا تھا کہ بعض لوگ تاجروں کا سامان سمندر کے راستے سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے تو اس سامان کا کرایہ لینے کے علاوہ کچھ مزید متعین رقم بھی لیتے تھے اور وہ اس زائد متعین رقم کے عوض اس بات کی ضمانت دیتے کہ اگر کسی تاجر کا مال ہلاک ہو گیا تو رقم لینے والا اس کی تلافی کرے گا، یہ زائد رقم جولی جاتی تھی، اس کو ”سوکرہ“ کہتے ہیں۔ ”سوکرہ“ کا مطلب بیمہ اور ضمانت (Security) کے ہیں۔ یہ مذکورہ صورت بحری بیمہ (Marine insurance) کی تھی۔ علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس صورت کے ناجائز ہونے کا فتویٰ جاری کیا اور فرمایا:

”میرے نزدیک تاجر کے لیے مال کی ہلاکت کی صورت میں اس کا عوض لینا حلال نہیں، کیونکہ (تاجر سے زائد رقم لے کر یہ وعدہ کرنا کہ اگر آپ کا مال ہلاک ہو گیا تو اس مال کا عوض میں آپ کو ادا کروں گا) یہ ایک ایسا التزام ہے جو شرعاً لازم نہیں ہوتا۔“ (رد المحتار، کتاب الجہاد، باب المستامن، مطلب مہم فیما یفعلہ التجار)

اس کے بعد وقت کے ساتھ ساتھ بیمہ کی کئی صورتیں وجود میں آئیں، مثلاً: عام بیمہ، آگ کا بیمہ، صحت کا بیمہ، زندگی کا بیمہ وغیرہ۔ بیمہ کی مذکورہ بالا تمام اقسام جمہور علمائے امت کے نزدیک ناجائز ہیں، عدم جواز کی وجہ ان صورتوں میں سود، قمار اور غرر کا پایا جانا ہے۔ پھر اس جدید، ترقی یافتہ دور میں بیمہ کی ضرورت اور اہمیت کی وجہ سے اس کے جائز متبادل کی کوششیں شروع ہوئیں، اسی تناظر میں ”کافل کی شرعی حیثیت“ کے کلمات تشکر میں ”پاک قطر فیملی کافل کمپنی لمیٹڈ“ کے چیف ایگزیکٹو آفیسر جناب پی احمد لکھتے ہیں:

”موجودہ حالات میں انشورنس کی ضرورت مخفی نہیں، بلکہ بعض ملکوں میں لائف انشورنس کی بہت سی صورتیں ہر شہری کے لیے قانونی طور پر بھی لازمی ہیں، لیکن چونکہ انشورنس نظام میں کئی غیر شرعی عناصر تھے، جس کی وجہ سے علمائے کرام نے ہر دور میں مسلمانوں کو اس نظام کا حصہ بننے سے منع فرمایا، ضرورت چونکہ اپنی جگہ مسلم تھی، لہذا اس نظام کے جائز متبادل کی کوششیں ہوئیں، الحمد للہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی توفیق سے جید مفتیان کرام کی نگرانی میں انشورنس نظام کا جائز متبادل ”نظام کافل وجود“ میں آیا“ (ص: 11)

چنانچہ 2005ء میں پاکستان میں سب سے پہلے ”پاک کویت کافل کمپنی لمیٹڈ“ نے کام شروع کیا، پھر 2006ء میں ”کافل پاکستان لمیٹڈ“ کے نام سے دوسری

کمپنی شروع ہوئی، پھر 2007ء میں ”پاک قطر فیملی جزل تکافل کمپنی لمیٹڈ“ شروع ہوئی، اور ”داؤد تکافل کمپنی لمیٹڈ“ بھی پاکستان میں کام کر رہی ہے۔ نظام تکافل کو مختلف قسم کی بنیادوں پر استوار کیا گیا تاکہ یہ اُن خرابیوں سے پاک ہو جائے جو انشورنس میں موجود تھیں، لیکن پاکستان میں اس کی بنیاد وقف کے قواعد پر رکھی گئی ہے، اس نظام کے تفصیلی تعارف پر اب تک دو کتابیں اردو میں، ایک مولانا مفتی اعجاز احمد صدانی کی ”تکافل، انشورنس کا اسلامی متبادل“ اور دوسری کتاب مفتی عصمت اللہ کی ”تکافل کی شرعی حیثیت“ شائع ہو چکی ہیں۔

جوں جوں اس نظام کو فروغ ملتا گیا ویسے ویسے لوگوں کی طرف سے سوالات بڑھتے گئے، چنانچہ اس نظام کو سمجھنے اور جانچنے کے لیے (کہ آیا یہ نظام واقعتاً اُن خرابیوں سے اپنا دامن بچا سکا ہے یا نہیں؟) مطالعہ شروع کیا، پھر میری اس کوشش کو مزید تقویت اس بات سے بھی ملی، جو مفتی عصمت اللہ نے اپنی کتاب ”تکافل کی شرعی حیثیت“ کے ”حرف مؤلف“ میں لکھی کہ:

”جو حل نکالا گیا ہے، اس کے بارے میں یہ دیکھا جائے گا کہ یہ قرآن و حدیث کے کسی ”اصول مقررہ“ کے خلاف تو نہیں اور اس میں ایسا کوئی عنصر تو نہیں پایا جاتا، جو قرآن و حدیث سے متضاد ہو، اگر اس حل میں ایسی کوئی بات موجود نہ ہو اور حل قواعد شرعیہ کے خلاف نہ ہو، تو وہ جائز حل ہو گا اور اس کے مطابق عمل کرنا جائز ہو گا، جسے آج کل کی زبان میں ”Shariah Complaint“ بھی کہا جاتا ہے، اس کے معنی یہی ہیں کہ یہ قرآن و سنت اور اس سے مستخرج و مستنبط، ضوابط و قواعد اور اصول کے خلاف نہیں۔“ (ص: 13)

اس پورے نظام تکافل کا مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ نظام

تکافل ”کمپنی اور شخص قانونی“ کے تصور کے بغیر بالکل ناقص، ادھورا اور نامکمل ہے، ان دونوں کا کردار اگر اس نظام میں نہ ہو تو مجوزین حضرات ہی کے بقول اس نظام تکافل سے وہ خرابیاں دور نہ ہوں سکیں گی، جو انشورنس میں موجود ہیں اور جن کی بناء پر انشورنس کی حرمت کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔

جبکہ! کمپنی کی شرعی حیثیت، کمپنی کی محدود ذمہ داری اور شخص قانونی کے شرعاً تسلیم ہونے پر نہ تو فقہی نظائر تسلی بخش ہیں اور نہ ہی ان پر وقت کے جمہور اکابر علمائے کرام و مفتیانِ عظام کا اظہارِ اطمینان ہے، ان تصورات کو پیش کرنے والوں کو جب اس حوالے سے اشکالات اور عدم اطمینان کی وجوہات تحریر کر کے ارسال کی گئیں تو بھی تسلی بخش اور فقہی اعتبار سے مضبوط و مدلل جواب سامنے نہ آیا اور پھر تعجب تو اس بات پر ہے کہ ان امور میں جو بحث اور دلائل وغیرہ قائم کئے گئے ہیں، ان کے بارے میں خود ان احباب کی طرف سے جزا کوئی دو ٹوک موقف اختیار کر کے قابل عمل قرار نہیں دیا گیا اور نہ ہی اس پر فتویٰ دیا گیا ہے، بلکہ ابھی تک مجوزین حضرات اسے ”ایک ابتدائی سوچ“ ہی قرار دیتے ہیں، چنانچہ اس بارے میں جناب حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم اپنی تازہ ترین تالیف ”غیر سودی بینکاری“ میں لکھتے ہیں:

”اس مسئلے کے بارے میں بندے نے جو کچھ لکھا ہے، اُس میں یہ بات صاف صاف لکھی ہے کہ یہ میری طرف سے کوئی حتمی فتویٰ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک سوچ ہے جو اہل علم کے غور کے لئے پیش کی جا رہی ہے۔

جہاں تک محدود ذمہ داری کے تصور کا سوال ہے، مجھے خود پہلے بھی اُس پر جزم نہیں تھا، اور جو ابتدائی میلان ظاہر کیا تھا، اُس پر بھی نظر ثانی کی ضرورت سمجھتا

ہوں، اور جو دلائل اُس کے خلاف دیئے گئے ہیں، اُن میں بعض دلائل واقعہً وزنی ہیں“  
(غیر سودی بینکاری، ص: 339، 343، مکتبہ معارف القرآن کراچی)

جب ایسی بات ہے کہ اس پر نہ کوئی فتویٰ دیا گیا ہے، نہ اس کے بارے میں ابھی تک کوئی حتمی بات کی گئی ہے، اور پھر اس کے خلاف قائم کئے گئے دلائل بھی وزنی ہیں، تو پھر اس نظریے پر پوری عمارت کھڑی کر دینا، اور اس پر اسلامی اور صحیح متبادل ہونے کا عنوان چسپاں کر دینا، اسی پر بس نہیں، بلکہ اس کی بھرپور تشہیر کرنا، اور اس کی دعوت عام کرنا اور زیادہ معنی خیز ہے، شخص قانونی اور محدود ذمہ داری کی خرابیوں اور کمزوریوں پر تفصیلی کلام جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن سے شائع ہونے والی کتاب ”مروجہ اسلامی بینکاری“ اور جامعۃ خلفائے راشدین، کراچی کے مفتی احمد ممتاز زید مجدہ کی جناب مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہ کی کتاب ”غیر سودی بینکاری“ کے جواب میں لکھی گئی کتاب ”غیر سودی بینکاری، ایک منصفانہ علمی جائزہ“ اور جناب ڈاکٹر مفتی عبد الواحد زید مجدہ کی کتاب ”جدید معاشی مسائل اور حضرت مولانا تقی عثمانی مدظلہ کے دلائل کا جائزہ“ اور جناب مفتی محمد تقی عثمانی کی کتاب ”غیر سودی بینکاری“ کے جواب میں لکھی گئی کتاب ”ہدیہ جواب“ میں کیا گیا ہے۔

اس موضوع پر مطالعہ کرنے کے بعد اندازہ ہوا کہ تکافل کا مروجہ طریقہ کار بھی ان خرابیوں سے اپنا دامن نہیں بچا سکا ہے، جو انشورنس میں پائی جاتی ہیں۔  
ذیل میں چند باتیں بطور تمہید ذکر کرنے کے بعد اس نظام کی کمزوریاں تفصیل سے ذکر کی جائیں گی:

(۱) مروجہ نظام میں چند افراد مل کر ایک کمپنی قائم کرتے ہیں، پھر نقد کی کچھ مقدار وقف کر کے وقف فنڈ قائم کرتے ہیں، چنانچہ تکافل پالیسی اختیار کرنے والے

ہر قسم کے تکافل کے اعتبار سے ماہانہ فیس جمع کرواتے ہیں، جس کا ایک حصہ وقف فنڈ میں ڈال دیا جاتا ہے، اور ایک حصہ تجارت میں لگایا جاتا ہے، وقف فنڈ میں ڈالا جانے والا حصہ اس پالیسی ہولڈر کی ملکیت سے نکل کر وقف فنڈ کی ملکیت میں داخل ہو جاتا ہے، دوسری طرف فنڈ قائم کرنے والے فنڈ کے مصارف (یعنی: موقوف علیہم) کے لئے شرائط نامہ مرتب کرتے ہیں کہ پالیسی ہولڈر جب فنڈ کو اتنا.... چندہ دے گا تو بوقت ضرورت اُس کی اس فنڈ سے اتنی مقدار.... میں مدد کی جائے گی، اور جب اتنی مقدار.... میں چندہ دے گا تو اُس کی اس فنڈ سے اتنی.... مدد کی جائے گی۔

دوسری بات: تکافل پالیسی اختیار کرنے والے افراد غریب نہیں بلکہ امیر تر ہوتے ہیں (ماہانہ قسطیں ادا کرنا عام افراد کے بس کی بات نہیں ہوتی)

تیسری بات: ابتداءً وقف فنڈ قائم کرنے والے خود اپنا بھی تکافل کرواتے ہیں اور اپنی ہی وضع کردہ شرائط وقف کے تحت خود بھی مال موقوفہ کے فوائد سے منتفع ہوتے ہیں۔ نظام تکافل کی بنیادوں میں یہ بات درج ہے:

تُنْشِئُ شَرَكَةَ التَّامِينِ الْاِسْلَامِيَّ صَنْدُوقًا لِّلْوَقْفِ وَ تَعْزِلُ جِزَاءً مَّعْلُومًا مِّنْ رَّاسِ مَالِهَا يَكُونُ وَقْفًا عَلَى الْمُتَضَرِّعِينَ مِنَ الْمُشْتَرِكِينَ فِي الصَّنَدُوقِ حَسَبَ لَوَائِحِ الصَّنَدُوقِ وَعَلَى الْجِهَاتِ الْخَيْرِيَّةِ فِي النِّهَايَةِ

(تأصيل التامين الكافلي على اساس الوقف، للشيخ المفتي تقي العثماني ص 11-20 غير مطبوع)

عبارات ہذا سے مندرجہ ذیل امور مستفاد ہوتے ہیں: (۱) واقفین خود کمپنی مالکان ہوتے ہیں۔ (۲) موقوف علیہم (جن کے لیے وقف قائم کیا جا رہا ہے) اس وقف فنڈ کو چندہ دینے والے متضررین (یعنی وہ افراد جو مخصوص حادثات یا نقصان کا شکار ہوئے ہوں) ہوں گے نہ کہ ہر خاص و عام۔ (۳) وقف تحلیل (بے کار، ختم یا

دیوالیہ) ہونے کی صورت میں مالِ موقوفہ فقراء پر خرچ کیا جائے گا۔ نیز! یہ بات یاد رہے کہ تکافل کروانے میں خود کمپنی مالکان بھی داخل ہوتے ہیں، اور دیگر شرکاء تکافل بھی اغنیاء ہی ہوتے ہیں۔

### پہلی خرابی:

مذکورہ تفصیل کے بعد جاننا چاہیے کہ

شرعاً نفوذ وقف کرنے والے خود اپنی وقف کردہ منقولی شے (نفوذ) سے منتفع نہیں ہو سکتے، اس کی کوئی نظیر شریعت میں نہیں ملتی، اس بارے میں مجوزین حضرات جو نظائر پیش کرتے ہیں وہ سب منقولی اشیاء کے وقف سے منتفع ہونے کی نہیں ہے بلکہ غیر منقولی اشیاء کے وقف سے خود واقف کے منتفع ہونے کی ہیں۔

(ملاحظہ ہو: تکافل کی شرعی حیثیت، ص: 48-50)

اور دوسری طرف منقولی اشیاء کے وقف کی جتنی مثالیں ہیں وہ خلاف قیاس نص سے ثابت ہیں، چنانچہ ان پر قیاس کرتے ہوئے دیگر منقولی اشیاء کو وقف کرنا اور ان سے واقف کا خود نفع اٹھانا ٹھیک نہیں، گویا اس صورت میں یہ واقف خود اپنے اوپر نفوذ وقف کرنے والا ہے جس کو دوسرے الفاظ میں وقف علی النفس بھی کہہ سکتے ہیں جو کہ نفوذ میں شرعاً متصور نہیں۔

(لا يجوز وقف ما ينقل ويحول) وقال محمد رحمه الله حبس الكراع والسلاح ومعناه وقفه في سبيل الله و ابو يوسف رحمه الله معه فيه على ما قالوا، وهو استحسان و القياس ان لا يجوز لها بيناه من قبل (من شرط التأييد والمنقول لا يتأبد) وجه الاستحسان الآثار المشهورة فيه (اي في الكراع والسلاح) وعن محمد رحمه الله: انه يجوز وقف ما فيه تعامل من المنقولات كالنفاس والبر والقدوم والمنشار والجنازة وثيابها و القدور والبراجل



والمصاحف وعند أبي يوسف لا يجوز؛ لان القياس انما يترك بالنص، والنص ورد في الكراع والسلاح، فيقتصر عليه، ومحمد يقول: القياس قد يترك بالتعامل كما في الاستصناع وقد وجد التعامل في هذه الاشياء (الهداية، كتاب الوقف)

ولا يجوز وقف ما ينقل ويحول لانه لا يبقى على التابيد فلا يصح وقفه

..... قال في الوقعات: اذا وقف ثوراً على اهل قرية للانزاع على بقرهم لا يصح؛ لان الوقف المنقول لا يصح الا فيما فيه تعارف ولا تعارف في هذا (الجوهرة النيرة، كتاب الوقف: 23/2 مكتبة حقانيه، ملتان)

”ثم اذا عرف جواز الفرس والجمال في سبيل الله، فلو وقف على ان يمسكه مادام حياً ان امسكه للجهاد جاز له ذلك، لانه لو لم يشترط كان له ذلك لان جاعل فرس السبيل ان يجاهد عليه، وان اراد ان ينتفع به في غير ذلك لم يكن له ذلك وصح جعله للسبيل، يعني: يبطل الشرط ويصح وقفه“

(فتح القدير، كتاب الوقف: 204/6، دار الكتب العلمية، بيروت)

اس آخری جزیئے میں علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

”پھر جب گھوڑے اور اونٹ کو فی سبیل اللہ وقف کرنے کا جواز معلوم ہوا تو اگر کسی نے اس شرط کے ساتھ گھوڑے کو وقف کیا کہ وہ اپنی زندگی بھر اس کو اپنے پاس رکھے گا (تو اس میں دو صورتیں ہیں)

اول: اگر اس پر خود جہاد کرنے کے لیے اس کو اپنے پاس رکھا تو یہ اس کے لیے جائز ہے، کیونکہ اگر وہ یہ شرط نہ بھی لگائے تب بھی اس کو حق حاصل ہے کہ خود اس پر جہاد کرے۔

دوم: اور اگر وقف کرنے والی کی مراد یہ ہے کہ وہ گھوڑے کو اپنے ذاتی کاموں میں استعمال کرے تو یہ اس کے لیے جائز نہیں اور اس کا وقف تو صحیح ہو گا لیکن شرط

باطل اور کالعدم ہوگی۔“

اس جزئیہ سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ منقولہ اشیاء میں وقف اسی وقت جائز ہو گا جب وہ وجوہ خیر یا فقراء میں فوری اور نقد وقف ہو، وقف علی النفس کے بعد نہ ہو اور اگر وقف علی النفس کر لیا تو وقف تو ہو جائے گا لیکن ”علی النفس“ نہ ہو گا۔

نیز! نظام تکافل میں موقوف علیہم (پالیسی ہولڈرز) اغنیاء ہوتے ہیں (کیونکہ غرباء تو تکافل کروانے اور اس کی فیسیں بھرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے) یہ چیز اصل وقف کے خلاف ہے، کیونکہ وقف کا مقصود اصلی ہر گس و ناکس کا اس سے منتفع ہونا ہے، جبکہ تکافل کے تحت قائم کئے جانے والے وقف فنڈ سے منتفع ہونے والے صرف اور صرف اغنیاء ہوتے ہیں، اگرچہ یہ کہا جاتا ہے کہ اس وقف فنڈ کی انتہا (بصورت تحلیل وقف) فقراء پر خرچ کرنا ہے، اس کی صورت ان کے مطبوع مواد میں یہ بتائی گئی ہے کہ ”اگر کبھی یہ فنڈ تحلیل ہو گیا تو اس کا مصرف فقراء ہوں گے۔“ بالفاظ دیگر ”وقف فنڈ قائم کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ ایک خاص مدت تک [مثلاً: پچاس، ساٹھ، ستر، اسی سال] اس وقف فنڈ کا مصرف اغنیاء ہوں گے اور وقف فنڈ کے تحلیل ہونے کی (احتمالی) صورت میں اس کا مصرف فقراء ہوں گے۔“ (احتمالی اس لئے کہا گیا کہ اس وقف فنڈ کو تحلیل ہونے سے بچانے کے لئے کمپنی اس وقف فنڈ کو قرضہ حسنہ دیتی ہے، اور ایسا اس لئے کرنا پڑتا ہے کہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو پالیسی ہولڈر کسی صورت میں اس بات کے لئے تیار نہ ہو گا کہ بوقت ضرورت اس کی مدد نہ کی جائے، اُن (پالیسی ہولڈرز) کو ان سارے وقف وغیرہ کے چکروں سے غرض نہیں اُن کو تو اس سے غرض ہوتی ہے کہ اُن کے نقصان کی تلافی کی جائے، چنانچہ اگر کمپنی وقف فنڈ کو قرضہ حسنہ نہ دے تو اس صورت میں تو ان کا سارا نظام ہی ٹھپ ہو جائے گا)

## دوسری خرابی:

انشورنس عقد معاوضہ ہونے کی وجہ سے رہا، قمار اور غرر جیسے مہلک گناہوں کا مجموعہ تھا، تکافل کو انشورنس کی طرح رہا، قمار اور غرر سے پاک کرنے کے لئے وقف کا ماڈل اختیار کیا گیا اور وقف کو شخص قانونی قرار دیتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ ”(نظام تکافل میں عقد معاوضہ کی نفی کرتے ہوئے یوں کہا گیا کہ) عقد معاوضہ اُس وقت ہو تا جب کمپنی کے مالکان کو چندہ دیا جاتا (اور) وہ اس کے مالک بننے اور پھر پالیسی ہولڈروں کے نقصان کی تلافی کرتے“۔

(تکافل انشورنس کا اسلامی طریقہ، ص: 150، ادارۃ اسلامیات، لاہور)

اسی طرح ”تا صیل التامین التکافلی علی اساس الوقف“ میں لکھا ہوا ہے:

”هذه التکيف انما يصح اذا كانت هذه المحفظة لها شخصية معنوية معتبرة شرعاً قانوناً فيصح منها التملك والتملك“

(ص: 11)

## خلاصہ کلام:

انشورنس عقد معاوضہ تھا، جس کی وجہ سے رہا، قمار اور غرر سب خرابیاں تھیں اور اب (بقول مجوزین) تکافل میں وقف ماڈل کی وجہ سے عقد معاوضہ نہ رہا، کیونکہ یہاں کمپنی کے مالکان چندوں کے مالک نہیں بنتے بلکہ فنڈ (شخص قانونی) اس کا مالک بنتا ہے۔ قابل غور امور یہ ہیں کہ:

الف: شخص قانونی کو شرعی بنیادوں پر تسلیم کرنے والے حضرات جملہ مسائل کا حل شخص قانونی کے ذریعے کر لیتے ہیں، چنانچہ درپیش مسئلہ میں بھی ایسا ہی ہوا، لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ انہی حضرات کے بقول ”شخص قانونی“ بھی زندہ انسانوں کی

طرح مالک بننے اور مالک بنانے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے، چنانچہ اسی بنا پر اس کو بہت سے معاملات میں عقد کا ایک فریق بھی بنایا جاتا ہے، جیسا کہ تکافل میں بھی وقف فنڈ (شخص قانونی) کو رب المال بنایا جاتا ہے، بلکہ اب تو عقد کے دونوں فریقوں کی جگہ شخص قانونی نے ہی لے لی ہے۔ (اس کی تفصیل آگے آرہی ہے)

تو پھر اس جگہ (نظام تکافل میں) جب پالیسی ہولڈر وقف فنڈ کو چندہ دے کر موقوف علیہم میں داخل ہو جاتا ہے تو اس سے چندے کا مالک بننے والا وقف فنڈ (جو کہ شخص قانونی ہے) کہتا ہے کہ اگر تم مجھے اتنا چندہ دو گے تو بوقت ضرورت میں تمہاری اتنی مدد کروں گا اور اگر تم مجھے اتنا چندہ دو گے تو میں تمہاری اتنی مدد کروں گا، تو دیکھ لیا جائے کہ یہ معاملہ عقد معاوضہ ہونے سے کیسے نکلا؟!

ب: اس جگہ مجوزین حضرات یہ تاویل کرتے ہیں: ”چندہ دہندہ کو نقصان کی تلافی کا فائدہ اس کی کسی شرط کی وجہ سے نہیں مل رہا، بلکہ وہ تو فنڈ کو چندہ دے کر اس کا رکن بن گیا ہے، اب اس کو یہ فائدہ واقفین کی شرط کی وجہ سے مجملہ موقوف علیہم میں شامل ہونے پر مل رہا ہے، جو کہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے عطاء مستقل ہے۔“

(تکافل انشورنس کا اسلامی طریقہ، ص: 149، ادارہ اسلامیات، لاہور)

یعنی! وہ (پالیسی ہولڈر) یہ نہیں کہتا کہ چونکہ میں نے وقف کو اتنا چندہ دیا ہے، اس لئے میں ان فوائد کا حق رکھتا ہوں بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ ان قواعد کی بنیاد پر مجھے یہ فوائد حاصل ہونے چاہیے، یہ قانونی حق اس کو عقد معاوضہ میں داخل نہیں کرتا۔۔۔۔۔ مگر سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ پالیسی ہولڈرز کو قواعد و ضوابط کے تحت دعویٰ کرنے کا حق کس نے دیا؟ اسے وقف فنڈ سے اپنے نقصان کی تلافی کروانے کا قانونی حق بھی تو تکافل فنڈ کو دی جانے والی رقم کی وجہ سے ہی حاصل ہوا ہے، اب مجوزین حضرات اس

قانون کی وجہ سے ملنے والی رقم کو قواعد و ضوابط کا نام دیں یا پریمیم کی کمی بیشی کا، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ج: نیز! تکافل کو عقد تبرع قرار دے کر غرر کی نفی کی گئی ہے، چنانچہ لکھا ہے:  
”لیکن اسلامی تکافل کے اندر اس غیر یقینی کیفیت سے عقد ناجائز نہیں ہوتا کیونکہ اس کی بنیاد ”عقد تبرع“ پر ہے، اور تبرعات کے اندر غیر یقینی کیفیت (Uncertainty) کا پایا جانا ممنوع نہیں جبکہ عقد معاوضہ کے اندر ممنوع ہے۔“

(تکافل انشورنس کا اسلامی طریقہ، ص: 122، ادارہ اسلامیات، لاہور)  
تو اس جگہ سوال یہ ہے کہ شخص قانونی (وقف فنڈ) کو چندہ دینے والا کبھی تبرع کرنے کے لئے چندہ نہیں دیتا، کمپنی والے چاہے اس کو جو کچھ بھی کہتے رہیں، اُن کی بلا سے! اُسے تو اپنے نقصان کی تلافی اور نفع سے غرض ہوتی ہے، چاہے کسی طریقے سے ہو۔ بلکہ اگر اسے یہ بات بتادی جائے کہ ”عین ممکن ہے کہ وقف فنڈ چندہ نہ ہونے کی صورت میں تلافی نہیں کرے گا، یا کسی وقت فنڈ تحلیل ہو گیا تو بھی اس کے نقصان کی تلافی نہیں کی جاسکے گی“

جیسا کہ ”تکافل کی شرعی حیثیت“ میں لکھا: ”اگر فنڈ تحلیل ہو گیا تو تمام کلیمز (Claims) ادا (Pay) کرنے کے بعد سرپلس، چندے اور واجب الوصول رقوم خیراتی مقاصد میں خرچ ہوں گی، جس میں شریعہ بورڈ سے مشاورت ضروری ہو گی، جہاں تک وقف رقم ہے، تو وہ ایسے مقصد میں دی جائے گی، جو ختم ہونے والا نہ ہو، شنیر ہولڈرز ان رقوم میں سے کسی رقم کے مستحق نہیں ہوں گے، تحلیل کے وقت آپریٹر متعلقہ اخراجات وصول کر سکتا ہے۔“

(تکافل کی شرعی حیثیت، ص: 110، ادارۃ المعارف، کراچی)

تو وہ ہر گز پالیسی لینے کے لئے تیار نہ ہو گا۔ (تو اُس وقت اچھی طرح اندازہ ہو جائے گا کہ پالیسی ہولڈر وقف وغیرہ کو فنڈ دینے سے کوئی غرض نہیں رکھتا، اُس کی تو اپنی اغراض ہیں)

بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کے اُس کو تو یقین دہانی کروائی جاتی ہے کہ وہ اپنے نقصان کی تلافی کے لئے باقاعدہ قانونی حق رکھتا ہے (چاہے مجوزین حضرات اس کی کوئی تاویل کرتے رہیں) اور اس کے لئے (کہ ہر حال میں پالیسی ہولڈر کے نقصان کی تلافی کرنی ہے) کمپنی نے اپنے وضع کردہ نظام میں باقاعدہ یہ شق رکھی ہے کہ ”وقف فنڈ خالی ہونے کی صورت میں کمپنی اس فنڈ کو قرضہ حسنہ دے گی“ (تاکہ پالیسی ہولڈرز کے نقصان کی تلافی ہر حال میں کی جاسکے)۔ جیسا کہ ”مکافل کی شرعی حیثیت“ میں آپریٹر کی ذمہ داریاں (Obligations) کے عنوان کے تحت لکھا ہے:

”فنڈ میں کمی کی صورت میں آپریٹر فنڈ کو قرض حسنہ دے گا“ اور اس سے کچھ ہی آگے ”فنڈ (PTF) کی آمدنی اور اخراجات (Income, Outgo)“ کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ: ”پول کے فنڈ میں خسارے (Deficit) کی صورت میں وکیل سے حاصل شدہ قرض حسنہ۔“

(ص: 111-110)

چنانچہ دیکھ لیا جائے کہ چندہ دینے والا کس بنیاد پر چندہ دے رہا ہے اور چندہ لینے والا (شخص قانونی) مشروط طور پر چندہ وصول کر کے نقصان کی تلافی کرتا ہے اور باقاعدہ چندے کی بنیاد پر تلافی کرتا ہے تو کیا یہ معاملہ عقد معاوضہ سے نکل جائے گا؟! چنانچہ! چندہ اور نقصان کی کمی بیشی ”ربا“ بنی۔ اور تلافی کے غیر یقینی ہونے کی بنا پر یہ معاملہ ”قمار“ بنا۔

د: نیز! پالیسی ہولڈر چندہ دیتے وقت (اصلاً) اس شرط سے چندہ دیتا ہے کہ اُس کو کوئی نقصان ہو گا تو وقف فنڈ اُس کا نقصان پورا کرے گا اور چونکہ اُس کو نقصان پہنچنا یقینی نہیں بلکہ موہوم ہے تو موہوم نقصان کی تلافی کی شرط سے وقف فنڈ کو چندہ دینا شرطِ فاسد ہے۔ اس جگہ اگر کوئی کہے کہ ”ہبہ اور ہدیہ وغیرہ شرطِ فاسد سے فاسد نہیں ہوتا بلکہ خود شرط، فاسد ہو جاتی ہے اور ہبہ درست ہو جاتا ہے، اور پالیسی ہولڈر اس بنیاد پر اپنے نقصان کی تلافی کا مطالبہ نہیں کر سکتا بلکہ اس کے نقصان کی تلافی تو قواعدِ وقف کی وجہ سے کی جاتی ہے جو کہ ایک دوسرا معاملہ ہے۔“

تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اتنی بات تو ٹھیک ہے، لیکن اس بنیاد پر چندہ جمع کروانے کے بعد جب نقصان کی تلافی کروالی جائے تو سارا معاملہ ایک بن کے فاسد ہو جائے گا، مثلاً: زید نے بکر کو اس شرط پر پچاس تولے سونا قرض دیا کہ واپسی پر پچپن تولے واپس لے گا، اب بوقتِ واپسی زید نے اگر پچاس تولے سونا ہی لے لیا تو پہلی تقدیر کے مطابق اتنا معاملہ تو ٹھیک ہو جائے گا اور شرطِ فاسد ہو جائے گی، لیکن اگر بکر نے پچپن تولے دیئے اور زید نے لے لئے تو یہ سارا معاملہ ایک بن کے فاسد ہو جائے گا، اور سود کہلائے گا، یہاں کوئی بھی نہیں کہے گا کہ ”چونکہ پچاس تولے دینے کا معاملہ درست تھا اور شرطِ فاسد ہو چکی تھی اس لئے واپسی پر جو پانچ تولے زائد دیا گیا وہ اس شرط کے تحت داخل ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک نیا ہبہ ہے۔“

خلاصہ کلام! یہ کہ تکافل کے تحت ہونے والا یہ معاملہ پالیسی ہولڈر اور وقف فنڈ کے درمیان عقدِ معاوضہ کی حیثیت رکھتا ہے جو کہ سود اور قمار پر مشتمل ہے۔

ھ: نیز! اسے برادر یوں کے درمیان بنائے جانے والے باہمی امدادی فنڈوں کے مشابہہ قرار دیا جاتا ہے، جیسا کہ ”تکافل انشورنس کا اسلامی طریقہ“ میں لکھا ہے:



”اسے ناجائز کہنے کی کوئی وجہ نہیں، یہ ایسا ہے جیسا کہ عام طور پر مختلف برادریوں میں اس طرح فنڈز بنائے جاتے ہیں، لہذا اس کو عقد، معاوضہ کہنا درست نہیں۔“

(ص: 150)

حالانکہ تکافل اور برادریوں کے امدادی فنڈز کے درمیان کھلا تضاد اور

فرق ہے، ملاحظہ ہو:

(۱) برادریوں کے امدادی فنڈز سے استفادہ کرنے والے محض اغنیاء نہیں ہوتے

بلکہ حادثات کا شکار ہونے والے تمام افراد ان فنڈز سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

(۲) برادریوں میں مبتلی بہ افراد کی امداد ان کے جمع کروائے گئے چندوں کی بنیاد

پر نہیں ہوتی کہ جو کم چندہ جمع کرواتا ہے اُس کی کم امداد کی جاتی ہے، اور جو زیادہ چندہ

جمع کرواتا ہے تو اس کی زیادہ امداد کی جاتی ہے جیسا کہ تکافل میں ہوتا ہے۔

(۳) برادریوں میں قائم کئے جانے والے فنڈز کا قیام باہمی اخوت کی بنیاد پر ہوتا

ہے، فنڈز سنبھالنے والوں کا اس سے کوئی ذاتی مفاد وابستہ نہیں ہوتا، جبکہ تکافل پالیسیاں

تو وجود میں آتی ہی اسی لئے ہیں، جیسا کہ تکافل کمپنیوں کے متولی اور ڈائریکٹرز پہلے

فنڈ بناتے ہیں پھر پالیسیاں شروع کرتے ہیں چنانچہ ڈائریکٹرز مضارب بن کر یا وکیل بن

کر باقاعدہ نفع کماتے ہیں۔

(۴) برادریوں کے امدادی فنڈز میں تمام ارکان باہمی امداد اور ایک دوسرے کی

بھلائی و خیر خواہی کو مد نظر رکھ کے چندہ جمع کرواتے ہیں جبکہ تکافل میں حصہ لینے

والے کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ کسی دوسرے کو کچھ مل رہا ہے یا نہیں، بلکہ

اُس کو تو اپنے جمع کروائے گئے مال سے زیادہ ملنا چاہیے اور بس !!۔

(.....جاری ہے)

## اجماع..... امت محمدیہ کا اعزاز

بھ..... مولانا عبدالرحمان سندھی رحمۃ اللہ علیہ

اللہ رب العزت نے جس طرح ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سید المرسلین اور خاتم الانبیاء بنایا اور آپ کو ایسی خصوصیات اور اعزازات سے نوازا جن سے دوسرے انبیاء کو نہیں نوازا گیا، اسی طرح اس امت کو ایسی خصوصیات اور اعزازات سے نوازا جو دوسری امتوں کو نہیں ملیں، ان اعزازات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ رب العزت نے اس امت کے اجماع کو معصوم قرار دے کر اسے شریعت کا ایک مستقل ماخذ قرار دے دیا۔

فقہ اسلامی کی بنیاد چار چیزیں ہیں: کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع، قیاس شرعی۔ اصول فقہ کی تمام کتابوں میں ان اصولوں کو اس ترتیب سے بیان کیا گیا ہے، اس ترتیب کو اگر فطری ترتیب کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، اس ترتیب کے اعتبار سے ”اجماع امت“ شرعی احکام کا تیسرا ماخذ ہے اور اس کا حجت ہونا پوری امت کا مسلمہ اور متفقہ فیصلہ رہا ہے۔

صحابہ و تابعین اور تمام ائمہ مجتہدین فقہی مسائل میں اجماع سے استدلال کرتے رہے اور اجماع کو تیسرے ماخذ کے طور پر ایسی حقیقت سمجھا گیا کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اس کی حجیت ثابت کرنے کے لیے دلائل بیان کرنے کی بھی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔ پھر جب خواہش پرستی کا دور آیا تو کچھ لوگوں نے اسے حجت ماننے سے انکار کیا، تو امت کو انتشار سے بچانے اور اسلامی احکام کے تحفظ کے لیے حجیت اجماع پر قرآن و سنت کے دلائل واضح کرنے کی ضرورت پیش آئی، راقم کی معلومات کے

مطابق اجماع امت پر سب سے پہلے امام شافعی رحمہ اللہ نے کام کیا اور اس کی حجیت پر قرآن و سنت سے دلائل دیے، بعد میں مفسرین اور محدثین نے مزید دلائل پیش کیے ہیں۔ ”اجماع امت“ چونکہ ایک علمی اصطلاح ہے اور اس کا ایک مفہوم ہے۔ جسے معلوم کیے بغیر اس کی حقیقت کو نہیں سمجھا جاسکتا، اور کچھ شرائط ہیں جن کے بغیر ”اجماع امت“ منعقد نہیں ہو سکتا۔

لیکن اس کو سوئے قسمت کہیے کہ ہمارے زمانے کے بعض متجددین نے قرآن و سنت سے ثابت شدہ مفہوم اور شرائط سے ہٹ کر اپنی طرف سے اس کی تعریف کی ہے اور چند ایسے لوگوں کے اتفاق کو بھی اجماع کا نام دے دیا ہے جن میں سے اکثر کو دین کی بنیادی باتوں کا بھی علم نہیں۔

اس لیے ہم حجیت اجماع پر دلائل ذکر کرنے سے پہلے اس کی تعریف کرتے ہیں جس سے اس کی حقیقت واضح ہو جائے گی ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اس کے علاوہ کسی کے اتفاق کو ”اجماع“ کا نام نہیں دیا جاسکتا۔

اجماع کی تعریف میں علماء اصولیین کے متعدد اقوال ہیں، ہر ایک نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق تعریف کی ہے تاہم سب کا خلاصہ اور مابہ الاشتراک یہ ہے۔

صاحب نور الانوار ملا جیون رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وفي الشريعة اتفاق مجتہدین صالحین من امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم

في عصر واحد على امر قولی او فعلی. (نور الانوار ص 219)

ترجمہ: کسی امر قولی یا فعلی پر امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل علم مجتہدین اہل تقویٰ کا اتفاق ہو اور وہ اتفاق خواہ کسی بھی دور میں ہو اس کو اصطلاح شرع میں ”اجماع“ کہتے ہیں۔

علامہ ابن منذر نیشاپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اتفاق مجتہدی امة محمد صلى الله عليه وسلم العدول بعد وفاته في  
عصر من العصور على حكم شرعي اجتهادی.

(الاجماع ص 8)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی امت میں سے عادل  
مجتہدین کا کسی بھی زمانے میں کسی شرعی اجتہادی معاملے پر اتفاق کر لینا۔

ان دو تعریفات سے بطور خلاصہ چند باتیں معلوم ہوتی ہیں جس سے اجماع کی  
پوری حقیقت واضح ہو جاتی ہے، اجماع کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد  
آپ کی امت میں سے اہل علم مجتہدین صلحاء کا کسی بھی ایک زمانے میں امر شرعی  
اجتہادی پر قولاً یا فعلاً اتفاق کر لینا۔

اجماع کی تعریف بیان کرنے بعد دلائل کو ذکر کرنے سے پہلے یہ بات بھی  
ذہن نشین رہے کہ جیسا کہ ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ اجماع ایک علمی اصطلاح ہے  
جس طرح اور بھی کئی علمی اصطلاحات ہیں، مثلاً: توحید، تقلید، حدیث وغیرہ۔ ان کو  
تسلیم کرنا یہ الفاظ قرآن میں نہیں ہیں لیکن معنی اور مفہوم ان کا موجود ہے اسی طرح  
اجماع کا بھی لفظ اگرچہ قرآن پاک میں موجود نہیں ہے لیکن اس کا مفہوم قرآن و  
سنت میں موجود ہے جس کو ماہرین قرآن و سنت نے بیان کیا ہے اور کئی آیات اور  
احادیث کو بطور دلیل پیش کیا ہے جن میں سے چند دلائل ہم ذکر کرتے ہیں۔

**آیت نمبر 1:** ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير

سبيل المومنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساءت مصيرا۔

(سورة النساء: 15)

ترجمہ: اور جو شخص اپنے سامنے ہدایت واضح ہونے کے بعد بھی رسول کی مخالفت کرے اور مومنوں کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے اس کو ہم اسی راہ کے حوالے کر دیں گے جو اس نے خود اپنائی ہے اور اسے دوزخ میں جھونکیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ: امام شافعی رحمہ اللہ کا اس بارے میں نکتہ نظر اور مذہب نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اجماع کی حجیت کے لیے اس آیت کریمہ کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ (روح المعانی ج 5 ص 146)

اس طرح اور بھی بہت سارے مفسرین نے اس آیت کریمہ کو اجماع کے حجت ہونے پر بطور دلیل ذکر کیا ہے۔ چند نام یہ ہیں:

I. امام ابو بکر احمد الرازی الجصاص متوفی 370ھ

(احکام القرآن ج 2 ص 281)

II. امام جبار اللہ محمود بن عمر بن محمد الزمخشری متوفی 538ھ

(الکشاف ج 1 ص 565)

III. قاضی ناصر الدین عبد اللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی متوفی 685ھ

(تفسیر بیضاوی ج 1 ص 206)

IV. حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر القرشی الدمشقی متوفی 774ھ

(تفسیر ابن کثیر ج 1 ص 555)

V. قاضی ثناء اللہ پانی پتی المتوفی 1225ھ

(تفسیر مظہری ج 2 ص 336)

**آیت نمبر 2:** وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا. (سورۃ بقرہ: 143)

ترجمہ: اور مسلمانو! اسی طرح ہم نے تم کو ایک معتدل امت بنایا ہے تاکہ تم دوسرے لوگوں پر گواہ بنو۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: واستدل به على حجية الاجماع لان بطلان ما اجمعوا عليه ينافي عدالتهم.

(تفسیر مظہری ج 1 ص 139)

ترجمہ: اس آیت سے حجیت اجماع پر استدلال کیا ہے اس لیے کہ امر باطل ہر اس امت کا اجماع اس کی عدالت کے منافی ہے۔

اس کے علاوہ جن مفسرین نے اس آیت کو حجیت اجماع پر بطور دلیل کے ذکر کیا ہے ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

I. امام ابو بکر احمد الرازی الجصاص متوفی 370ھ

(احکام القرآن للجصاص ج 1 ص 88)

II. امام فخر الدین محمد بن عمر الرازی الشافعی متوفی 604ھ

(تفسیر کبیر ج 2 ص 7)

III. محمد بن یوسف الشہیر بابی حیان الاندلسی متوفی 745ھ

(تفسیر البحر المحیط ج 1 ص 22)

**آیت نمبر 3:** كنتم خير امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله.

(سورة آل عمران: 110)

ترجمہ: مسلمانو! تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لیے وجود میں لائی گئی تم نیکی کی تلقین کرتے ہو برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

امام ابو بکر جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ آیت کئی وجوہ سے حجیت اجماع پر

دلالت کر رہی ہے۔

پہلی وجہ..... یہ ہے کہ کنتم خیر امة کہہ کر اس امت کی تعریف کی گئی ہے اور یہ تعریف کی مستحق اس وقت ہو سکتی ہے جب کہ حقوق اللہ کو قائم کرنے والی ہو مگر اہ نہ ہو (لہذا امت کا ہر فیصلہ حق اللہ کو قائم کرنے کے لیے ہو گا جس کا اتباع سب پر لازم ہو گا)

دوسری وجہ..... یہ کہ ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ معروف کا حکم دیں گے وہ اللہ کا امر ہو گا (اور اللہ کے امر کا اتباع ہر شخص پر لازم ہے)

تیسری وجہ..... یہ کہ ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ نہی عن المنکر کریں گے اور منکر وہ ہے جس سے اللہ نے روکا ہے اور یہ اس صفت کے مستحق اس وقت ہو سکتے ہیں جب کہ یہ اللہ کے ہر حکم پر راضی ہوں۔

اس سے ثابت ہوا کہ امت جس چیز سے روکے گی وہ منکر ہوگی اور جس چیز کا حکم دے گی وہ معروف ہوگی اور وہ اللہ کا حکم ہو گا اس سے معلوم ہوا کہ کسی گمراہی پر امت کا اجماع نہیں ہو سکے گا اور جس پر اجماع ہو گا وہ اللہ کا حکم ہو گا۔

(احکام القرآن ج 2 ص 53)

### احادیث مبارکہ اور اجماع:

1: عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لن تجتمع امتی علی ضلالة فعلیکم بالجماعة فان ید اللہ علی الجماعة.

(مجمع الزوائد ج 5 ص 218 ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت ہر گز گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی لہذا آپ جماعت کے ساتھ رہیں بے شک اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔



اس حدیث کے تحت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ مسلمانوں کا اجماع؛ حق ہے اور اجماع سے علماء کا اجماع مراد ہے کیونکہ یہ علم کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ عوام کے اجماع کا کوئی اعتبار نہیں۔

(مرقات ج 1 ص 249)

2: عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فارق الجماعة قید شبہ فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقه۔

(متدرک حاکم ج 1 ص 117، سنن ابی داود ج 2 ص 299)

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جماعت سے ایک بالشت برابر علیحدگی اختیار کی گویا وہ اسلام سے دستبردار ہو گیا۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ظاہر ہے کہ جماعت سے جدا ہونے سے مراد اجماع کا ترک ہے اور اسلام سے دستبرداری سے مراد مرتد ہونا اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے نکلنا ہے۔

3: عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تزال طائفة من امتی ظاہرین علی الحق۔ (صحیح مسلم باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تزال امتی طائفة من امتی الخ) ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وفيہ دلیل لكون الاجماع حجة اس میں اجماع کے حجت ہونے پر دلیل ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووی ج 2 ص 143)

قارئین کرام! ہم نے اختصار کے ساتھ یہ چند حوالے قرآن و حدیث سے ذکر کیے ہیں جن سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ جس طرح قرآن و سنت؛

عقائد اور مسائل کے ثبوت کے لیے حجت ہیں اسی طرح اجماع بھی حجت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک۔ علمائے امت نے اصول شریعت میں قرآن و سنت کے بعد تیسرے نمبر پر اس کو بیان کیا ہے اور ساتھ ساتھ وضاحت بھی کی ہے کہ اجماع کون سا شریعت میں معتبر ہوگا (جس کو ہم نے ابتداء میں بیان کیا ہے۔)

آخر میں ہم قارئین کے فائدے کے لیے ماہنامہ الحدیث شمارہ نمبر 91 دسمبر 2011ء میں جناب زبیر علی زئی کا مضمون بعنوان ”اجماع حجت ہے“ سے چند سطریں نقل کر رہے ہیں: چنانچہ موصوف اس شمارہ کے ص 45 لکھتے ہیں:

اجماع کے بارے میں بطور فوائد ہندوستان و پاکستان کے بعض علماء کے چند حوالے بھی پیش خدمت ہیں تاکہ کوئی جدید اہل حدیث یہ دعویٰ نہ کر سکے کہ زبیر علی زئی نے اپنی طرف سے اجماع کا مسئلہ بنالیا ہے۔

موصوف نے اس عبارت کو لکھنے کے بعد اپنے علماء کے حوالہ جات نقل کیے ہیں ان میں سے چند ہم آپ کی نظر کرتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

1: میاں نذیر حسین دہلوی نے فرمایا: ہاں ہم اجماع و قیاس کو اسی طرح مانتے ہیں جس طرح ائمہ مجتہدین مانتے تھے۔

(آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی ص 64)

2: ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے: اہل حدیث کا مذہب ہے کہ دین کے اصول چار ہیں، قرآن، حدیث، اجماع امت، قیاس مجتہد۔ (اہل حدیث کا مذہب ص 58)

3: محمد گوندلوی نے لکھے ہیں اہل حدیث اجماع اور قیاس کو صحیح مانتے ہیں

(الاصلاح ص 207)

## سونے چاندی کے قیمتوں میں اتار چڑھاؤ

بھ..... مفتی رئیس احمد حفظہ اللہ

### سود کی شرح میں اضافہ یا کمی:

Interest Rate سود کی شرح سینٹرل بینک (Central Bank) کے ذریعے مقرر کی جاتی ہے جب سینٹرل بینک سود کی شرح میں کمی کرتا ہے تو لوگ اپنے پیسے کو افراط زر (Inflation) سے بچانے کے لیے بینک سے نکال کر سونا خریدنے میں لگادیتے ہیں۔ تاکہ ان کو نفع (Return) زیادہ حاصل ہو۔ جس کی وجہ سے سونے کی قیمت میں اضافہ ہو جاتا ہے اس کے برعکس جب سود کی شرح میں اضافہ ہوتا ہے تو لوگ سونے کو فروخت کر کے دوبارہ بینک میں رکھوادیتے ہیں اور مارکیٹ میں سونے کی مقدار میں اضافہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے سونے کی قیمت میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

### دنیا کی سیاسی صورتحال:

Globe Political Situation جب جنگ کی صورتحال ہوتی ہے تو لوگ تجارت کی طرف کم مائل ہوتے ہیں اور اپنی دولت کو محفوظ رکھنے کے لیے منی مارکیٹ اور اسٹاک مارکیٹ سے گولڈ مارکیٹ کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ لوگوں کے عمومی رجحان کی وجہ سے سونے کی قیمت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کی تازہ مثال امریکہ اور اتحادیوں کے افغانستان اور عراق پر حملے کے بعد کی صورتحال ہے۔

### امریکی ڈالر کی قیمت میں تبدیلی:

بڑے بڑے سرمایہ کار ڈالر کے ذریعے سرمایہ کاری کرتے ہیں۔ جب ڈالر کی قیمت میں کمی واقع ہوتی ہے تو سرمایہ کار اپنی سرمایہ کاری کو محفوظ کرنے کے لیے سونے

کے ذریعے تجارت کرتے ہیں۔ یوں سونے کی طلب میں اضافہ ہو جاتا ہے اس طلب کے اضافے کے باعث سونے کی قیمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ پھر جب ڈالر کی قیمت میں اضافہ ہوتا ہے تو لوگ ڈالر میں سرمایہ کاری کرتے ہیں اور ڈالر کے ذریعے ہی خرید و فروخت کرتے ہیں اور سونے کی طلب میں کمی کی وجہ سے قیمت میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ سونے کی قیمت میں کمی اور اضافے کے پیش نظر امریکی ڈالر کی قیمت کا اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے موجودہ دور میں امریکی ڈالر کی قیمت میں بہت فرق آتا رہتا ہے اور عدم استحکام کا شکار ہے جس کی وجہ سے سونے کی قیمت بھی مستحکم (Stable) نہیں رہتی۔

### دنیا کی معاشی صورتحال:

Worldwide Economic Situation تقریباً 80% سونا زیورات میں استعمال ہو رہا ہے۔ جب عمومی طور پر معاشی حالت بہتر ہوتی ہے تو عموماً لوگ زیورات کی خریداری کی طرف متوجہ ہوتے ہیں پھر زیورات کے تاجر میدان میں آتے ہیں۔ جس کی وجہ سے سونے کی قیمت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ 2009ء میں سونے کی طلب میں 32% کمی ریکارڈ کی گئی تو عالمی معاشی بحران (Economic Crisis) کا نتیجہ تھا اور جیولری انڈسٹری میں چین اور بھارت سر فہرست ہیں۔

### سونے کی کان کنی کی قیمت:

Cost of Production سونے کی کان کنی (Mining) کی قیمت میں اضافہ بھی سونے کی قیمت میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔ اگر کان کنی کے لیے استعمال ہونے والی مشینری کی قیمت میں اضافہ ہو جائے، یا مشینری میں استعمال ہونے والے ایندھن پٹرول، ڈیزل یا کوئلہ کی قیمت میں اضافہ ہو جائے یا افراد کار کی قیمت میں اضافہ ہو جائے تو یہ بھی سونے کی قیمت میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔

## حقیقی تصوف اور صوفیاء کی پہچان

کھ..... مولانا عنایت اللہ عینی رحمۃ اللہ علیہ

دنیا کی ابتداء کا فلسفہ قرآن میں موجود ہے کہ یہ اچھے لوگوں سے شروع ہوئی ہے اور اس کی انتہا و بربادی کی وجوہات فرامین سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھی جاسکتی ہیں وہ یہ کہ برائی اور برے لوگ جب ہر طرف پھیل جائیں گے حتیٰ لا یقال فی الارض اللہ اللہ یعنی جب کوئی ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا نہیں ہو گا تو اس وقت اس عالم گل و آب کی بساط لپیٹ دی جائے گی اور صور اسرافیل سے ذی روح کے قلوب پھٹ جائیں گے، خداوند قدوس کا ازلی وعدہ واقعیت کا روپ دھار لے گا۔ قیامت آ جائے گی۔ اس لیے چند روزہ زندگی سے دھوکہ مت کھائیے اور اس کی بے ثباتی اور بے وفائی کو ذہن میں رکھتے ہوئے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان الکیس من دان نفسه و عمل لما بعد الموت کہ حقیقت میں سمجھدار کہلانے کا وہ شخص مستحق ہے جس نے مرنے کے بعد والی زندگی کے لیے اعمال صالحہ سے تیاری کی۔ آج ہم جس دنیا میں ہیں اس میں مجموعی طور پر دو قسم کے لوگ ہیں۔ اچھے اور برے۔ جس طرح اچھے لوگوں کی اچھائی ان کی اپنی ہوتی ہے اس کی وجہ سے کسی برے انسان کی برائی کو اچھائی نہیں کہا جاتا، ٹھیک اسی طرح برے لوگوں کی برائی بھی ان کی اپنی ہوتی ہے جس سے کسی اچھے انسان کی اچھائی کو برائی کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ مثلاً بعض مسلمانوں کی بری عادات اور ان کے بگڑ جانے سے کوئی شخص اسلام کا انکار نہیں کرے گا بلکہ وہ دین اسلام کو سمجھنے کے لیے اس کے تعلیمات قرآن و سنت کو ان کے ماہرین مجتہدین فقہاء کرام کے علوم کی روشنی میں مطالعہ کرے گا نہ

کہ دین اسلام سے دور ناواقف مسلمانوں کی وجہ سے وہ اسلام سے متنفر ہو جائے، جو یقیناً ہلاکت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اسی طرح دین اسلام کی روح تزکیہ و احسان کا حاصل علم تصوف کا بعض جاہل و جعلی پیروں کی وجہ سے انکار نہیں کیا جائے گا جس طرح علماء ظاہر میں اچھے علماء اور برے موجود ہیں اسی طرح علماء باطن صوفیاء کرام میں بھی اچھے صوفیاء اور برے دونوں ہوتے ہیں۔

جب تک اس علم کی حقیقت کو جان نہ لیا جائے اور اس کے تقاضوں کے مطابق اس پر عمل نہ کیا جائے تو انسان گمراہیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر اس علم کو اخلاص کے ساتھ کسی جامع طریقت و شریعت، مرشد و مربی سے سیکھ کر عمل کیا جائے تو اللہ تعالیٰ ولایت کے ایسے درجات نصیب فرماتے ہیں جس کے سامنے دنیا و مافیہا کی کوئی حیثیت نہیں۔ چنانچہ اس علم کو سیکھنے کے لیے مرشد کی تجویز کردہ کتب کا مطالعہ کیا جائے۔ بطور فائدہ چند معتبر اور مستند کتب کے نام یہاں درج کیے جاتے ہیں:

✽ الرسالة القشیریہ..... از امام ابو القاسم القشیری الشافعی رحمہ اللہ

✽ کشف المحجوب..... از امام علی الجویری الحنفی رحمہ اللہ

✽ اللمع فی التصوف..... از امام ابوالنصر السراج الطوسی رحمہ اللہ

✽ احیاء العلوم و کیمیائے سعادت..... از امام محمد الغزالی الشافعی رحمہ اللہ

✽ عوارف المعارف..... از امام شہاب الدین السہروردی الشافعی رحمہ اللہ

✽ مکتوبات..... از امام مجدد الف ثانی الحنفی رحمہ اللہ

✽ امداد السلوک..... از امام الربانی رشید احمد گنگوہی حنفی رحمہ اللہ

✽ اکمال الشیم..... از علامہ عبداللہ گنگوہی حنفی رحمہ اللہ

- ✽ مسائل السلوک..... از حکیم الامت اشرف علی تھانوی الحنفی رحمہ اللہ
- ✽ التشریف..... از حکیم الامت اشرف علی تھانوی الحنفی رحمہ اللہ
- ✽ التکشف..... از حکیم الامت اشرف علی تھانوی الحنفی رحمہ اللہ
- ✽ اصول التصوف..... از حکیم الامت اشرف علی تھانوی الحنفی رحمہ اللہ
- ✽ تسہیل قصد السبیل... از حکیم الامت اشرف علی تھانوی الحنفی رحمہ اللہ
- ✽ آثار الاحسان..... از علامہ خالد محمود حفظہ اللہ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

اس لیے کہ مندرجہ بالا کتب میں مشائخ تصوف نے اگر ایک طرف تصوف کے اثبات پر لطیف عبارات، عمدہ اسقاط اور مضبوط دلائل قائم کیے ہیں، تو دوسری طرف اپنے زمانے کے لحاظ سے وقتاً فوقتاً تصوف کے جھوٹے، جاہل اور جعلی مدعیوں کا پرزور مذمت اور تردید بھی کی ہے، مثلاً شیخ المشائخ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اجتنب صحبة العلماء الغافلین والصوفیاء الجاہلین یعنی غافل علماء اور جاہل صوفیاء کی صحبت سے بچو۔

امام الصوفیہ رحمہ اللہ کی اس عبارت کی تشریح میں حضرت شیخ علی ہجویری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”غافل علماء وہ ہیں جنہوں نے دنیا کو دل کا قبلہ بنا لیا ہے اور شریعت کے آسان امور کو اختیار کر کے ظالم بادشاہوں کی پرستش کو اپنا وطیرہ اور ان کے درباروں کو اپنے لیے طواف گاہ بنا لیا ہے۔ لوگوں کی نگاہ التفات حاصل کرنے کو اپنا محراب بنا کر غرور اور اپنی دانائی پر فریفتہ ہوئے اور اپنے کلام کی باریکیوں میں محو ہو گئے، دین کے ائمہ کرام اور اساتذہ کے معاملہ میں لعن طعن کی زبان درازی کر کے دین کے بزرگوں کی گستاخیاں کرتے ہیں۔



کلام کی زیادتی اور مبالغہ آمیزی میں اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ اگر دونوں جہانوں کی خوبیاں ترازو کے پلڑے میں رکھ دی جائیں تو ان کی نگاہ میں ان کی بھی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی، کیونکہ انہوں نے کینہ اور حسد کو ہی اپنا مذہب بنا لیا ہے غرضیکہ درحقیقت یہ لوگ علم سے خالی ہیں کیونکہ علم تو ایک ایسی صفت ہے کہ جس کو حاصل کرنے والا ہر قسم کی جہالت کی باتوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔

اور جاہل صوفی وہ ہیں جو نہ تو کسی مرشد کی صحبت میں رہے نہ کسی بزرگ سے آداب سیکھے اور نہ زمانہ کی مصیبتوں میں مبتلا ہوئے، بس اپنی کور باطنی کے باعث صوفیاء کرام کا لباس زیب تن کر کے اپنے آپ کو لوگوں میں ڈال دیا ہے۔ لہذا حق و باطل کے درمیان تمیز کرنے کی راہیں ان پر مخفی رہتی ہیں، یہ گروہ اپنے دعوائے تصرف میں جھوٹے اور اپنے طریق میں ناپسندیدہ ہیں۔

(کشف المحجوب ص 34 از شیخ علی ہجویری)

یہی مرد قلندر شیخ ہجویری رحمہ اللہ اصلی و جعلی صوفی میں فرق کرتے ہوئے

مزید لکھتے ہیں:

صوفی شیخ و مرشد وہ ہے جو اپنی ذات سے فانی اور حق کے ساتھ باقی ہو، نفس طبیعت کے قبضہ و اقتداء سے آزاد ہو اور حق کے ساتھ مکمل طور پر ملا ہوا ہو اور مستصوف جعلی و جھوٹا صوفی وہ ہے جو دنیا کے مال و متاع و عزت حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو صوفیاء کرام کی مثل کرتا ہو، اور اس کا تصوف سے کوئی رابطہ و تعلق نہیں ہوتا محض اسباب دنیا کی پرستش میں ذکر و عبادت، روحانیت اور باطنی تقاضوں سے غافل و بیگانہ رہتا ہے۔

(کشف المحجوب ص 59 از شیخ ہجویری رحمہ اللہ)

اسی طرح صحیح تصوف اور غلط تصوف میں فرق کرتے ہوئے جامعہ ازہر مصر کے شیخ علامہ مخلوف مالکی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

### پاکیزہ و شرعی تصوف:

یہ وہ اسلامی تصوف ہے جو انسانوں کے لیے ایک علمی و عملی تربیت ہے، امراضِ قلوب کا علاج ہے جو اچھے عادات کو اور بھی مزین اور برے عادات کو ختم کرتا ہے، شہواتِ نفسانیہ کا قلع قمع کرتا ہے، نیک کاموں کی تربیت دیتا ہے، اعمالِ انسانی کے لیے سنجیدہ محاسبہ ہے، دلوں کو غفلت و روحانی خطرات کے اندیشوں سے محفوظ رکھتا ہے، سیرِ الی اللہ میں سالک کے راہ میں رکاوٹیں دور کرتا ہے۔

تصوف اللہ کی ذات پر کامل یقین اور اس کی معرفت کا حصول ہے، اللہ کی بزرگی اور وحدانیت کو بیان کرتا ہے، عبادات و طاعات پر استقامت اور توجہ الی اللہ اس کی طرف سبقت اور غیر اللہ سے اعراض دلاتا ہے، بے شک یہ ایک علم و حکمت ہے ہدایت اور دین کی وضاحت ہے، تہذیب و تربیت ہے، علاج و حفاظت ہے، پرہیز گاری و استقامت ہے، صبر و مجاہدہ ہے، دنیا کے فتنوں سے فرار ہے۔

پس تصوف جیسا کہ آپ نے دیکھا پڑھا شریعت کا خلاصہ اور اس کی روح ہے چنانچہ حضرت شیخ بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارا یہ علم اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ساتھ مقید ہے۔ یہ وہ تصوف ہے جو ملاوٹ سے پاک ہے، اس میں نہ تو ٹیڑھا پن ہے، نہ کجی ہے، نہ جھول ہے، نہ بدعت، یہ تصوف علماء ربانین و صوفیاء و عارفین (جو اللہ تعالیٰ کے حدود شرعی پر قائم ہیں) والا ہے یہی وہ تصوف صادق ہے جس نے اپنی تدوین سے قبل و بعد دنیا کے مشرق و مغرب کو اپنی ضیاء پاشیوں سے منور کر دیا۔

## جھوٹی و بدعتی تصوف:

اس کے منسوب لوگ جھوٹے اور بدعتی صوفی ہیں۔ جن کی تعلیمات، اسلام سے ہٹ کر ہیں، جن میں حلول، اتحاد اور جھوٹ و بدعات ہیں۔ ایسے لوگ صوفیاء کرام کے لباس میں بدعتی اور گناہ گار ہیں، بہت سے جلیل القدر علماء امت نے ایسے لوگوں کے تصوف کو باطل قرار دیا ہے، جن میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنبلی رحمہ اللہ اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ بھی شامل ہیں۔

اہل حق اور انصاف پسند حضرات ایسے جھوٹے اور غلط عقائد والے لوگوں کی پیری مریدی کو صحیح اسلامی تصوف پر فٹ نہیں کرتے اور نہ ہی ان کی وجہ سے اچھے صوفیاء کرام کی برائی بیان کرتے ہیں، بلکہ ہر کسی فریق کو اچھائی اور برائی میں ان کو اپنا حق دیتے ہیں بغیر کسی تعصب اور فرقہ واریت کے۔

(تقریظ بر تعلیق ص 24 تا 28 الشیخ ابی غدہ علی رسالہ المسترشدین للامام حارث المحاسبی)

حضرت علامہ مخلوف رحمہ اللہ کی بحث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ برے اور جعلی و جھوٹے پیروں کی وجہ سے اچھے اور صحیح العقیدہ بزرگوں کا انکار نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان بزرگوں کی وجہ سے ان جعلی لوگوں کی تعریف کی جائے گی کیونکہ ان پر اساطین امت نے رد کیا ہے جن میں ایک نامی گرامی شخصیت علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ بھی شامل ہیں۔

وہ اگر ایک طرف جھوٹے و جعلی صوفیوں کی مذمت کرتے ہیں تو دوسری طرف صحیح و اصلی صوفیاء کرام کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں جن پر حضرت کی کئی کتب مثلاً: رسائل ابن تیمیہ، فتاویٰ ابن تیمیہ اور الفرق بین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطن شاہد ہیں۔

چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

وقد انتسب اليهم طوائف من اهل البدع والزندقة ولكن عند المحققين من اهل التصوف ليسوا منهم۔ یعنی جعلی، جھوٹے اور زندقہ بدعتی لوگ اپنے آپ کو صوفیاء کرام میں شمار کرتے ہیں لیکن محقق صوفیاء کے نزدیک وہ ان میں سے نہیں ہیں۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ الجلی 11/10، 11 کتاب التصوف)

آگے مزید لکھتے ہیں:

وصارت الصوفية ثلاثة اصناف: صوفيه الحقائق و صوفية الارزاق و صوفية الرسم۔

صوفیوں میں تین طرح کے لوگ ہیں پھر ان میں اصلی و محققین صوفیاء کی تعریف و توصیف کر کے باقی دو قسموں پر رد کرتے ہیں۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ 11/11 کتاب التصوف)

حقیقت یہی ہے کہ آپ خود بھی محقق صوفی تھے اور سلسلہ قادریہ مبارکہ سے منسلک تھے بلکہ آپ کے صوفی اور قادری ہونے پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں مثلاً:

1: موقف الامام ابن تیمیہ من التصوف والصوفیہ از ڈاکٹر احمد بن محمد البنانی

2: Ibn e Taymia Sufi of the Qadria Order.by: prof maqdasi

3: موقف الائمة الحركه السلفیة من التصوف والصوفیہ از شیخ عبد الحفیظ مکی

4: آثار الاحسان از علامہ خالد محمود پی ایچ ڈی لندن

**نوٹ:** آپ کی کتابوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا کہ آپ حضرت سید الطائفہ

سیدنا شیخ جنید بغدادی رحمہ اللہ اور سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ سے بہت متاثر تھے۔

## فکری گمراہی کا پانچواں سبب

کھ..... مولانا محب اللہ جان حفظہ اللہ

فکری آزادی رائے کا غلط استعمال:

چند ایک تمہیدی باتیں اس فکری آزادی رائے کے متعلق سمجھ لیجیے۔

1: فکری آزادی رائے ایک انسان کا بنیادی حق ہے اور اسلام نے بھی انسان کو یہ حق عطاء کیا ہے، اسے اس حوالہ سے قطعاً محروم نہیں کیا کیونکہ اسلام نام ہی حقوق کی ادائیگی کا ہے، پورے اسلام کو اگر صرف ایک جملہ میں بیان کیا جائے تو وہ یہی ہے کہ ”اسلام حقوق کی ادائیگی کا نام ہے“ اور حقوق کی ٹھیک ٹھیک ادائیگی کے متعلق اسلام کی تعلیمات دنیا کے مذاہب کی تعلیمات کے مقابلہ میں ممتاز اور بے مثال تعلیمات ہیں۔

تو فکری آزادی رائے بھی انسان کا فطری حق ہے، جو اسے اسلام نے دیا اسلام چونکہ مذہب اعتدال ہے اور اس کی تمام تر تعلیمات میں اعتدال و توسط کا رنگ نمایاں ہے اور یہی اعتدال اسلام کی روح ہے جس طرح اسلام ہر چیز میں اعتدال کا درس دیتا ہے اس طرح فکری آزادی رائے کے متعلق بھی اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ایک معتدل نظریہ دیا ہے، جو مذاہب عالم میں پائے جانے والے فکری آزادی رائے کے متعلق افراط و تفریط کے شکار نظریات کے مقابلہ میں ایک معتدل و متوسط نظریہ ہے۔ دیکھا جائے تو دنیا کے مذاہب میں آزادی رائے کے متعلق ہمیشہ اعتدال سے ہٹے ہوئے نظریات پائے جاتے ہیں، کہیں انسان کو یہ حق دیا تو اس کی بھی کوئی انتہاء متعین نہیں کی، اس کو اس حق میں اس قدر آزاد چھوڑا کہ اس انسان اس سے فائدہ اٹھاتے

ہوئے، حدود کو پھلانگتے ہوئے مذہب کے دائرہ سے بھی نکل گیا۔

تو کسی مذہب نے انسان کے اس فطری حق کو اتنا دبایا کہ اس کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رکھی۔ ہمارا منشاء چونکہ دعوتی اسلوب میں اپنا نظریہ سمجھانا ہے، لہذا سب سے پہلے آزادی رائے کے متعلق اسلام کے نظریہ پر مختصر گفتگو کی جاتی ہے۔

### آزادی رائے کا فطری حق اور اسلام :

یاد رکھیے کہ ”احقاقِ حق“ اور ”ابطالِ باطل“ اسلامی تعلیمات کا بنیادی نکتہ ہے اور اگر کوئی صاحب بصیرت انسان اس نکتہ پر غور کرے تو اسے یہ حقیقت سمجھ آ جائیگی کہ یہ آزادی رائے کی ہی ایک گونہ تعلیم ہے۔

آزادی رائے پر قدغن کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ انسان ہر معاملہ میں سر تسلیم خم کر کے کچھ بھی کہنے اور رائے دینے کی اہمیت و جرات کو مذہبی جرم تصور کرے۔ لیکن اسلام نے انسان کو اس کی رائے کی آزادی کا بھرپور حق دیا ہے چنانچہ اسلامی تعلیمات اور اسلامی تاریخ کے بہت سے واقعات اس بات پر شاہد ہیں۔

اس لیے کہ آزادی رائے انسان کا فطری حق ہے اور یہی انسان اور دیگر حیوانات میں امتیاز و ترقی و فضیلت کا راز ہے اور یہی انسان کے عقل فہم تدبر، خداداد صلاحیات، فکر، عقل سلیم، وسعت نظری اور اس کے علم و ہنر کا مطالبہ ہے۔ اور اسی کی بنیاد پر انسان کی شخصیت میں نکھار پیدا ہوتا ہے، اسی سے کسی انسان کے کمالات اور اس کی بالغ ذہنی و فکری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ظہور اسلام سے قبل انسانیت مختلف قسم کی جکڑ بندیوں میں پوری طرح اسیر تھی۔ انسانوں کے مختلف طبقات ایسی چیزوں میں گھرے ہوئے تھے کہ وہ اپنی انسانیت کے حقیقی تقاضوں پر عمل کرنا تو درکنار اپنے ضروری واجبی حقوق کے حصول کی لئے نہ

کوشش کر سکتے تھے اور نہ ہی اس کے لئے کوئی لب کشائی کی جرات کی جاسکتی تھی، اسلام نے آکر فقط اپنی دعوت کے ذریعہ پوری انسانیت کا رشتہ اپنے رب ہی سے نہیں جوڑا، بلکہ پوری انسانیت کو اس کا یہ فطری حق بھی عطا کیا۔

اس نے مختلف طبقات کو اپنے مکمل حقوق عطا کیے اور یہ بھی اسلام کے اس عطا کردہ آزادی رائے کا ہی کرشمہ تھا کہ مسلم قوم نے ہر میدان میں وہ کارنامے انجام کیے ہیں کہ اس سے پہلے یا اس کے بعد کسی مذہبی قوم نے ان تمام میدانوں میں ایسے کارنامے انجام نہیں دیئے۔ دین و سیاست ہو یا ملک و ملت کی خدمت، علم و عمل ہو یا صنعت و حرفت، اعتقادات و معاشیات کا مسئلہ ہو یا معاشرت و اجتماعیت کا، اس میں نہ مرد و عورت اک فرق رہا، نہ جوان و بوڑھے کا، نہ آزاد، غلام کا، نہ حاکم و محکوم کا آپ ہر میدان میں ہر نوع کے افراد کو نمایاں پائیں گے اور نہ صرف یہ کہ مسلمانوں نے اس سے فائدہ اٹھایا، بلکہ مسلمانوں کے زیر سایہ بسنے والے غیر مسلم بھی ان حقوق سے پوری طور پر مستفید ہوئے، بلکہ شاید یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ ظہور اسلام کے بعد آج تک انسانیت نے جو صحیح و مفید ترقی کی ہے یا کرتی رہیں گی وہ سب اسی فکری آزادی رائے کا ہی کرشمہ ہے، جو انسان کو اسلام نے عطا کیا ہے۔

### فکری آزادی رائے کی تحدید:

اسلام چونکہ دین اعتدال ہے اور وہ ہر چیز کے کچھ نہ کچھ حدود و اطراف کو متعین کرتا ہے لہذا وہ اس آزادی رائے پر قدغن تو ہر گز نہیں لگاتا لیکن تحدید ضرور کرتا ہے، نہ تو وہ اس حوالہ سے کسی کو اتنا تنگ کرتا ہے کہ انسان کی صلاحیات دب کر رہ جائے اور نہ ہی اتنی آزادی دیتا ہے کہ انسان پرواز کرتے کرتے اپنے مذہب و عقیدہ کو بھی سلام کر بیٹھے اور اپنی اس فطری حق کو غلط استعمال کرتے ہوئے عقیدہ، مذہب حتیٰ

کہ اپنے رب سے بھی آزاد ہو جائے یوں اس کے دین و دنیا، دونوں تباہ و برباد ہو جائیں گے اور انسان اسی کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے نارِ جہنم کا ایندھن بن کر رہ جائے۔

اب اس آزادی رائے کے حدود و اطراف کیا ہیں اور اس کا دائرہ کار کیا ہے، چند گزارشات پیش خدمت ہیں، امید ہے کہ ان کو سامنے رکھ کر تحقیق و ریسرچ کے میدان میں کام کر نیوالے ان حد بندیوں کا خیال رکھیں گے اور فکری گمراہی کے اس اہم سبب فکری آزادی رائے کے غلط استعمال سے بچیں گے۔ وماذا لک علی اللہ بعزیز۔

حق کو بیان کرنے کا اسلام نے حکم دیا ہے، مگر جھوٹ بولنے سے منع کیا ہے اسلام نے اپنے ماننے والوں کو خلاف حقیقت، سنی سنائی بات اور غلط بات کرنے سے بڑی تاکید اور سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ آپ حق بولے، جتنا مرضی بول سکتے ہیں، آپ کی حوصلہ افزائی کی جائے گی مگر وہ ہو حق ہو، اگر باطل اور خلاف حقیقت و فطرت و شریعت ہو تو اسلام میں ایسی رائے کی حوصلہ افزائی نہیں ہو سکتی۔

2: اگر رائے جائز حدود کے اندر ہو تو اس رائے کے اختلاف کو برداشت کیا جائے گا اور ایسی آراء کا اختلاف ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے، مگر ایسی رائے جو جائز حدود سے باہر ہو قابل برداشت نہیں۔

3: رائے کا اختلاف اور اس کی آزادی کسی مضبوط دلیل کی بنیاد پر ہو کوئی علمی و جوہات ہو، اگر اختلاف رائے دلیل، علم کی بنیاد پر ہو ایسی رائے کی قدر دانی کی جائیگی و گرنہ اسے تعصب پر محمول کیا جائے گا۔

4: رائے کی بنیاد اخلاص اور انسانیت کے نفع پر ہو ایسی رائے جس کی بنیاد ذاتیات، خواہش پرستی، سہولت پسندی، مذہب سے آزادی، خواہشات کی تسکین ہو اسلام میں ایسی رائے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔



5: انسان کی رائے نصوص قطعیہ، قرآن و سنت، مسلمات دین، عقائد اسلام کے خلاف نہ ہو، اگر رائے اس کے موافق یا متضاد نہ ہو تو قابل قبول و گرنہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔ اور اسے سنگین جرم تصور کیا جائے گا۔ انسانوں کا علم ان کے خالق و مالک کے علم کے سامنے ذرہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا اس لیے اللہ تعالیٰ کے احکامات کے خلاف ہر انسان کی رائے کو خلاف حقیقت ہی تصور کیا جائے گا، یہ جکڑ بندی ہرگز نہیں ہے، بلکہ اس کو ناکامی و نامرادی سے بچانا مقصود ہے۔

قرآن و سنت میں رائے زنی سے بچنے، بالخصوص ایسی رائے جو اس کے متضاد ہو ایسی رائے قابل قبول نہیں۔ مثلاً ایک آدمی قرآن کی تفسیر و تشریح میں اپنی رائے قائم کرے جو قرآن و سنت کے نصوص صریحہ کے متضاد ہو اور یہ کہے چونکہ مجھے آزادی رائے کا حق حاصل ہے لہذا میری رائے مانی جائے تو اسے یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ آزادی رائے کا صحیح استعمال نہیں بلکہ ناجائز اور غلط استعمال ہے۔ لہذا یہ شخص حدیث مبارک کی اس وعید کا مستحق ہو گا۔ من قال فی القرآن براہ فلیتبتوا مقعدہ فی النار اس طرح ایک شخص احادیث مبارکہ کی تشریحات اور عقائد اسلامیہ کی تعبیرات اور دیگر امور غیبیہ کی تشریح و توضیح میں من بھاتی آراء کا سہارا لے تو ایسے شخص کو یقیناً الحاد، زندقیت، ارتداد کا ترجمان تو کہا جاسکتا ہے، لیکن دین اسلام کا ترجمان ہرگز نہیں۔ الغرض کہ رائے حق پر ہو، درست ہو، دلیل اور علم کی بنیاد پر ہو اور اخلاص اور رب کی رضا اصل مقصود ہو، شرعی حدود کے اندر ہو، نصوص و قطعیات سے متضاد نہ ہو تو ایسی رائے یقیناً قابل احترام ہے و گرنہ ان حدود سے تجاوز کر کے ایسی رائے کو قبول کرنا نہ صرف یہ کہ شریعت مطہرہ کی بلکہ انسانیت کے حدود کی بھی یقیناً خلاف ورزی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

## حیاتِ حجتہ الاسلام..... ایک جھلک

بھ..... مولانا محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا امام محمد قاسم بن اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش بن علاء الدین بن محمد فتح بن محمد مفتی بن عبدالسمیع بن مولوی محمد ہاشم صدیقی رحمۃ اللہ علیہم، آپ کا سلسلہ نسب مشہور مدنی فقیہ اور امام قاسم بن محمد رحمہ اللہ سے ہوتا ہوا خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ رمضان المبارک یا شوال المکرم 1248ھ میں نانوتہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے، تاریخی نام خورشید حسین تھا بچپن ہی سے بزرگی کے آثار آپ کی پیشانی سے ظاہر تھے، اور یہ شعر آپ کے حق میں بالکل صادق تھا۔

بلائے سرش ز ہو شمندی  
می تافت ستارہ بلندی

عظیم مؤرخ مولانا فقیر محمد جہلمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

آپ علامہ عصر، فہامہ دہر، فاضل متبحر، مناظر، مباحث، ذہین، معقولات کے گویا پتلے تھے، آپ لڑکپن ہی سے ذہین، طباع، بلند ہمت، تیز، وسیع مطالعہ، جفاکش اور جبری تھے۔ مکتب میں اپنے ساتھیوں سے ہمیشہ اول رہتے تھے، قرآن شریف بہت جلد ختم کر لیا خط اس وقت بھی سب لڑکوں سے اچھا تھا، نظم کا شوق اور حوصلہ تھا، اپنے کھیل اور بعض قصے نظم فرماتے اور لکھ لیتے تھے۔

(حدائق الحنفیہ ص 509)

حضرت امام محمد قاسم رحمہ اللہ نے مبادی نوشت و خواند اور ناظرہ قرآن

پاک کے مراحل نانوتہ کے مکتب میں طے کیے، پھر اس کے بعد علم و عمل کے جن سرچشموں سے سیراب ہوئے ان کے اسماء گرامی درج ہیں۔

مولانا مہتاب علی دیوبندی متوفی 1293ھ، مولانا محمد نواز سہارنپوری، مولانا محمد مظہر نانوتوی متوفی 1302ھ، مولانا مملوک العلی نانوتوی متوفی 1267ھ، مولانا شاہ عبدالغنی مجددی متوفی 1296ھ، مولانا احمد علی محدث سہارنپوری متوفی 1297ھ، بعض تذکرہ نگاروں نے مولانا مفتی صدر الدین آزر دہلوی کا نام بھی آپ کے اساتذہ میں لیا ہے یہ سب حضرات اپنے وقت میں علم و عمل کے آفتاب و مہتاب تھے جن کی علمی روشنی سے اب تک اپنے پرائے سبھی نفع اٹھا رہے ہیں۔

اس زمانہ میں ہندوستان میں مذہبی سازشیں خوب عروج پر تھیں، بالخصوص پادری اور آریہ سماج طبقے۔

حضرت امام محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے پادریوں کی سازشوں اور محاذ آرائیوں کا جم کر مقابلہ کیا اور ان سے مختلف مقامات پر مناظرے کیے اور اسلام کی حقانیت کو ثابت کیا، 1293ھ میں چاندپور ضلع شاہجہان پور میں جلسہ عام میں پادریوں کو ایسا جواب کیا کہ وہ عین جلسہ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حجۃ الاسلام امام محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی بدولت اسلام کو فتح و نصرت عطاء فرمائی، مباحثہ شاہجہان پور اور میلہ خدائشی وغیرہ کتابیں ایسی یادداشتوں پر مشتمل ہیں اور پڑھنے والوں کے لیے حظ وافر رکھتی ہیں۔

اسی طرح آریہ سماج کی طرف سے اسلام اور اہل اسلام کے خلاف کی جانے والی سازشوں اور کوششوں کو حضرت امام محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے ناکام بنایا اور ہندو پنڈت دیانند سرسوتی جو کہ بزعم خویش بڑا منطقی اور فلسفی تھا مگر بفضلہ تعالیٰ حجۃ

الاسلام امام محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے علمی طور پر اس کی ایسی سرکوبی کی کہ رہتی دنیا تک اس کی آریہ جماعت کو اپنے باطل نظریات علمی دنیا میں پیش کرنے کی ہمت نہ ہوگی، انتصار الاسلام، قبلہ نما اور جواب ترکی بہ ترکی وغیرہ کتابیں اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ برطانوی سامراج کے مقابلے میں اہل اسلام کے عقائد و نظریات کی حفاظت کے جذبے سے آپ کی عملی کوششیں امت پر احسان عظیم کا درجہ رکھتی ہیں۔ چنانچہ نامور مورخ مولانا سید محمد میاں صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

الزام غدر یا اس الزام کے شبہ میں لاکھوں ہندوستانی موت کے گھاٹ اتارے جا چکے ہیں، ظلم و ستم اور وحشت بربریت کی جتنی بھی صورتیں ہو سکتی ہیں ہندوستانیوں کو خوف زدہ کرنے کے لیے کام میں لائی جا چکی ہیں مگر جو قدرت فرعون کے گھر میں موسیٰ کی پرورش کیا کرتی ہے۔ وہ عجیب و غریب انداز میں ان کی حفاظت کر رہی ہے جو فرعون برطانیہ کے مقابلے میں موسیٰ بن کر سامنے آنے والے ہیں، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ بھی انہیں منتخب افراد میں سے ہیں جن کو قدرت خداوندی برطانوی سامراج کے مقابلہ میں نہ صرف موسیٰ بلکہ موسیٰ گر بنا کر کھڑا کرنے والی تھی۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی ج 4 ص 296)

یہ حقیقت ہے کہ حضرت قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے فرنگی یلغار کا ہر محاذ پر خوب مقابلہ کیا اور مستقبل کے لیے ایک ایسی جماعت تیار کر گئے جس نے اس کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔

حضرت امام قاسم نانوتوی رحمہ اللہ میدان تصوف میں بھی اعلیٰ مقام پر فائز تھے، چنانچہ سر سید احمد خان لکھتے ہیں:

آپ نیکی اور خدا پرستی میں بھی زبان زد اہل فضل و کمال تھے ان کو جناب

مولوی مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کی صحبت نے اتباع سنت پر بہت زیادہ راغب کر دیا تھا اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے فیض صحبت نے ان کے دل کو ایک نہایت ہی اعلیٰ رتبہ کا دل بنا دیا تھا خود بھی پابند شریعت اور سنت تھے، اور لوگوں کو بھی پابند شریعت اور سنت کرنے میں زائد از حد کوشش کرتے تھے۔

(علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ مورخہ 24 اپریل 1880ء)

اتباع سنت اور اس کی تعلیم و تبلیغ ہی تصوف کا اولین مقصد ہے۔

حضرت امام محمد قاسم رحمہ اللہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے مرید اور خلیفہ اعظم تھے، حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ آپ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

جو شخص مجھ سے عقیدت و محبت رکھے وہ مولوی رشید احمد سلمہ اور مولوی محمد قاسم سلمہ کو جو کمالات ظاہری و باطنی کے جامع ہیں، میری جگہ بلکہ مجھ سے بھی بلند مرتبہ سمجھے، اگرچہ ظاہر میں معاملہ برعکس ہے، کہ میں ان کی جگہ پر اور وہ میری جگہ پر ہیں اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھے کہ ان جیسے لوگ اس زمانے میں نہیں پائے جاتے اور ان کی بابرکت خدمت سے فیض حاصل کرے اور سلوک کے جو طریقے اس کتاب (ضیاء القلوب) میں ہیں ان کے سامنے حاصل کرے، ان شاء اللہ بے بہرہ نہ رہے گا خدا ان کی عمر میں برکت دے اور معرفت کی تمام نعمتوں اور اپنی قربت کے کمالات سے مشرف فرمائے اور بلند رتبوں تک پہنچائے اور ان کے نور ہدایت سے دنیا کو روشن کرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں قیامت تک ان کا فیض جاری رکھے۔

(کلیات امدادیہ ضیاء القلوب ص 73، 72)

اللہ تعالیٰ نے حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ کی اس دعا کو شرف قبولیت

عطاء فرمائی ہے حضرات شیخین کا فیض پوری دنیا میں پھیل چکا ہے اپنے پرائے سبھی اس سے مستفید ہو رہے ہیں حضرت امام قاسم نانوتوی رحمہ اللہ باوجود حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ اعظم ہونے کے بہت کم لوگوں کو بیعت کرتے تھے، بندہ نے بڑی تلاش و جستجو سے بعض خوش نصیب حضرات کے نام جمع کئے ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں:

مریدین حجتہ الاسلام رحمہ اللہ:

شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ	مولانا سید احمد حسن امروہی رحمہ اللہ
مولانا فخر الدین گنگوہی رحمہ اللہ	مولانا فخر الدین صاحب رحمہ اللہ
حاجی محمد اسحاق خان رحمہ اللہ	دیوان محمد یسین دیوبندی رحمہ اللہ
منشی حمید الدین سنہلی رحمہ اللہ	حافظ تجل حسین رحمہ اللہ
خلیفہ بشیر احمد رحمہ اللہ	مولانا عبد الرب دہلوی رحمہ اللہ
حکیم مشتاق احمد رحمہ اللہ	سید فضل حق رحمہ اللہ
مولانا سید احمد دہلوی رحمہ اللہ	حضرت امیر شاہ خان رحمہ اللہ
مولانا احمد حسن معقولی رحمہ اللہ	مولانا سید سلطان الدین رحمہ اللہ
مولانا حافظ عبد الغنی رحمہ اللہ	مولانا محمد صدیق مراد آبادی رحمہ اللہ
مولانا روشن خان رحمہ اللہ	میاں محمد خلیل گنگوہی رحمہ اللہ
سید ہدایت علی رحمہ اللہ	راؤ امداد علی خان رحمہ اللہ
پیر جی عاشق علی دیوبندی رحمہ اللہ	جناب احمد خان رحمہ اللہ
جناب پیر محمد صاحب رحمہ اللہ	قاضی محی الدین مراد آبادی رحمہ اللہ
حافظ قادر بخش رحمہ اللہ	محمد یاسین نانوتوی رحمہ اللہ

اور حضرت مولانا محمد مراد فاروقی پاک پتی رحمہ اللہ۔

یہ ہیں وہ خوش نصیب حضرات جو حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے، آخر الذکر مولانا محمد مراد فاروقی سلسلہ چشتیہ کے مشہور امام حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کی اولاد میں سے ہیں اور اپنے وقت کے چشتی امام حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ سے اپنے دادا کی میراث لینے دیوبند پہنچے اور بامراد ہوئے۔

حضرت امام محمد قاسم رحمہ اللہ نے شادی بھی کی جس سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو تین لڑکیاں اور تین لڑکے محمد ہاشم، محمد، حافظ محمد احمد، پیدا ہوئے اوّل الذکر دنوں بیٹے بچپن میں انتقال کر گئے تھے۔ 4 جمادی الاولیٰ 1297ھ جمعرات کے دن بعد از نماز ظہر قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ اس دنیائے خاک و گل سے رخصت ہو کر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمتوں میں جا بسے۔ نیک اولاد و مخلص شاگرد و مریدین کے علاوہ پیش قیمت 70 سے زائد علمی اور تحقیقی کتابوں کا ذخیرہ یادگار چھوڑ گئے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

آب حیات	ہدیۃ الشیعہ	اجوبہ اربعین
تقریر دل پذیر	حجۃ الاسلام	انتصار الاسلام
قبلہ نما	اسرار قرآنی	مصابیح التراویح
الدلیل المحکم	تحفہ الحمیہ	توثیق الکلام
الحق الصریح	تصفیۃ العقائد	تحذیر الناس
لطائف قاسمیہ	فیوض قاسمیہ	جمال قاسمی
مناظرہ عجیبہ	جواب ترکی بہ ترکی	مباحثہ شاجان پور
شہادت امام حسین	میراث فدک	تنویر النبراس

حضرت امام محمد قاسم کی وفات حسرت آیات پر سرسید احمد خان نے جو تحریر کیا اس کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

زمانہ بہتوں کو رویا ہے، اور آئندہ بہتوں کو روئے گا لیکن ایسے شخص کے لیے رونا جس کے بعد کوئی اس کا جانشین نظر نہ آئے، نہایت رنج اور غم اور افسوس کا باعث ہوتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ دلی کے علماء میں سے بعض لوگ جیسے اپنے علم و فضل اور تقویٰ اور ورع میں معروف اور مشہور تھے، ویسے ہی نیک مزاجی اور سادہ وضعی اور مسکینی میں بھی بے مثل تھے، لوگوں کا خیال تھا کہ بعد جناب مولوی محمد اسحاق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے کوئی شخص ان تمام صفات میں پیدا ہونے والا نہیں ہے۔

مگر مولوی محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ مرحوم نے اپنی کمال نیکی اور دین داری اور تقویٰ اور ورع اور مسکنی سے ثابت کر دیا کہ اس دلی کی تعلیم و تربیت کی بدولت مولوی محمد اسحاق صاحب کی مثل اور شخص کو بھی خدا نے پیدا کیا ہے بلکہ چند باتوں میں ان سے زیادہ ان کی تمام خصلتیں فرشتوں کی سی تھیں ہم اپنے دل سے ان کے ساتھ محبت کرتے تھے اور ایسا شخص جس نے ایسی نیکی سے اپنی زندگی بسر کی ہو بلاشبہ نہایت محب کے لائق ہے ایسے شخص کے وجود سے زمانہ کا خالی ہو جانا ان لوگوں کے جو ان کے بعد زندہ ہیں نہایت رنج اور افسوس کا باعث ہے۔

(علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گڑھ 24 اپریل 1880ء)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے علوم و افکار سے مستفید ہونے کے لیے ان کی تصانیف کا مطالعہ ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کوئی صاحب علم حضرت کی کتب کی تسہیل کا کام کر دے تو امت پر احسان ہو گا۔ حضرت کی سوانح پر میرا تفصیلی مضمون قافلہ حق کے خصوصی نمبر میں ملاحظہ فرمائیے گا۔ ان شاء اللہ



## امام ابراہیم بن یزید النخعی رحمۃ اللہ علیہ (3)

### ترک رفع یدین:

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ شروع نماز کے علاوہ پوری نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور آپ کا فتویٰ بھی یہی تھا کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرنا چاہئے چنانچہ حضرت عبدالملک بن ابجر فرماتے ہیں: "وَرَأَيْتُ الشَّعْبِيَّ، وَابْرَاهِيْمَ، وَابْنًا اسْحَاقَ، لَا يَرْفَعُونَ اَيْدِيَهُمْ اِلَّا حِيْنَ يَفْتَتِحُونَ الصَّلَاةَ"

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 237 رقم الحدیث 2469)

میں نے امام شعبی، امام ابواسحاق اور امام ابراہیم نخعی کو دیکھا یہ تینوں صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے۔

آپ کے فتویٰ کو بیان کرتے ہوئے حضرت حصین اور حضرت مغیرہ فرماتے ہیں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا "اِذَا كَبَّرْتَ فِي فَاتِحَةِ الصَّلَاةِ فَارْفَعْ يَدَيْكَ، ثُمَّ لَا تَرْفَعُهُمَا فِيمَا بَقِيَ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 236 رقم الحدیث 2460)

نمازی صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرے اس کے بعد پوری نماز میں دوبارہ رفع یدین نہ کرے۔

### جلسہ استراحت:

اگر کوئی عذر شرعی نہ ہو تو حکم یہ ہے کہ بندہ نماز میں پہلے رکعت کے دوسرے سجدہ سے فارغ ہو کر فوراً کھڑا ہو جائے جلسہ استراحت نہ کرے اس مسئلہ میں دیگر دلائل کے ساتھ ساتھ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا بھی یہی معمول تھا

چنانچہ زبیر بن عدی حضرت نخعی کے متعلق کہتے ہیں "أنه كان يسرع في القيام في الركعة الأولى من آخر سجدة" (مصنف ابن أبي شيبة ج 1 ص 395 رقم الحديث 4010) آپ پہلی رکعت کے دوسری سجدہ سے قیام کی طرف جلدی فرماتے تھے۔

### مرد عورت کی نماز کا فرق:

امام ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عورت سجدے کی حالت میں اپنے پیٹ کو رانوں سے علیحدہ رکھے اور اپنی سرین کو اوپر نہ اٹھائے مرد اپنے اعضاء کو کشادہ رکھیں اور عورت اعضاء سمیٹ کر رکھے۔ (مصنف ابن أبي شيبة ج 1 ص 270 رقم الحديث 2798)

نوٹ: مرد عورت کی طریقہ ادائیگی نماز میں فرق پر ملاحظہ فرمائیں میرے شیخ متکلم اسلام کا وال پوسٹر بعنوان "مرد عورت کی نماز میں فرق کے دلائل"۔

### مسئلہ بیس تراویح:

پوری دنیا کے اہل السنۃ والجماعت کا اتفاق ہے کہ رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح مسنون ہے حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اس کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "ان الناس كانوا يصلون خمس ترواجات في رمضان" (کتاب الآثار بروایہ ابی یوسف ص 41)

صحابہ اور تابعین رمضان میں پانچ ترویتے {بیس رکعت تراویح} ادا کرتے تھے۔

### نماز جنازہ میں تلاوت قرآن:

نماز جنازہ چونکہ دعا ہے اس لئے حکم یہ ہے کہ نماز جنازہ میں قرآن کریم کی تلاوت بنیت تلاوت نہ کی جائے اس معاملہ میں حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ بھی قرات کے قائل نہ تھے "عن حماد عن إبراهيم قال سألته أيقرا على الميت إذا صلى عليه قال لا" (مصنف عبد الرزاق ج 3 ص 491 رقم الحديث 6433)

حضرت حماد کہتے ہیں میں نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے پوچھا کیا نماز جنازہ میں قرأت کی جاسکتی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں کر سکتے۔

### تکبیرات نماز جنازہ:

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہتے تھے اور صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے ولید بن عبد اللہ کہتے ہیں "رایت ابراہیم النخعی صلی علی الجنائزۃ فکبر علیہا اربعاً رفع یدیہ فی التکبیرۃ الاولی ولم یرفعہا فیما سوی ذلک"

(کتاب الحجہ لامام محمد بن حسن الشیبانی ج 1 ص 263، 262)

میں نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کو دیکھا انہوں نے نماز میں چار تکبیریں کہیں اور پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا باقی تکبیریں بغیر رفع یدین کے کہیں۔

### آپ کی وفات اور امام شعبی کا اظہار افسوس:

ربیع صدی سے زائد عرصہ تک لوگوں کی علمی پیاس بجھانے والا علم و عمل کا حسین امتزاج امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ 96ھ میں داعی اجل کو لبیک کہہ کر فانی دنیا سے کوچ کر کے قبر کی زینت بن گئے۔

آپ کی وفات کے بعد امام شعبی رحمہ اللہ نے آپ کی علمی و فقہی صلاحیتوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا "ابراہیم اس حالت میں ہمیں چھوڑ کر گئے کہ کوفہ، بصرہ، شام اور حجاز میں اس کی مثال نظر نہیں آتی"

(الطبقات الکبریٰ ج 6 ص 284)

حق جل مجدہ امام موصوف کی کامل مغفرت فرمائے اور ان کے علوم کو عام فرمائے، کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین

## دینی امور میں احتیاط

بھ..... مولانا محمد طارق خلیل رحمۃ اللہ علیہ

آج کے اس مادیت اور وسائل و زر کی فراوانی اور سہولت پسندی کے دور میں ہر شخص دینی امور میں رائے دینے کی کوشش کر رہا ہے اور دینی امور کی انجام دہی کو اپنی تن آسانی کے مطابق کر رہا ہے، اس بات کا لازمی نتیجہ یہی ہو گا کہ ایک شخص جو دینی مسائل کے ابجد سے بھی واقف نہیں وہ اپنی مرضی سے دینی امور پر عمل پیرا ہو رہا ہے اور احتیاط کے دامن کو اپنے ہاتھ سے چھوڑ دے تو یہ شخص اپنے لیے آخرت کے اعتبار سے خسارہ کے علاوہ کچھ نہیں کر رہا اور اپنی تئیں اپنے عمل کو بڑا خوش کن محسوس کر رہا ہوتا ہے۔

دور حاضر میں بڑھتی ہوئی ترقی کی وجہ سے نئی نئی اشیاء معرض وجود میں آرہی ہیں جب بھی کوئی فیکٹری کسی نئی مصنوعات کو بناتی ہے تو اس چیز کے استعمال کے حوالے سے جتنی احتیاطی تدابیر ہوتی ہیں اس کی بھی وضاحت کر دیتی ہے اس چیز کو خریدنے والا اس کو استعمال کرتے وقت ان احتیاطات کو ضرور پیش نظر رکھتا ہے، ڈاکٹر کے بتائے ہوئے احتیاطی تدبیروں کا بھی ہر شخص خیال رکھتا ہے تو کیا وجہ ہے صرف دین ہی ایک ایسی چیز رہ گئی ہے جس پر عمل کرتے ہوئے تمام احتیاطات کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے اپنی طرف سے اصولوں اور ضابطوں کو گھڑ کے دین کی اصل شکل و صورت کو مسخ کر دیا جاتا ہے۔

ہم ذرا ان ہستیوں کی زندگیوں کی طرف بھی نظر کر لیں جن کے ایمان کو اللہ جل شانہ نے ایمان کے لیے معیار قرار دیا ہے، اور وہ حضرات جو ان کے نقش قدم

پر چلتے اپنی زندگیوں میں دین کی اصل صورت کو واضح کر کے دنیا سے چلے گئیں۔

### حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا احتیاط:

آپ کا ایک غلام تھا جو غلہ کے طور پر اپنی آمدنی میں سے آپ کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا ایک مرتبہ وہ کچھ کھانا لایا اور آپ نے اس میں سے ایک لقمہ تناول فرمایا، غلام نے عرض کیا آپ روزانہ دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کس ذریعہ سے کمایا؟ آج دریافت نہیں فرمایا فرمایا بھوک کی شدت کی وجہ سے دریافت کرنے کی نوبت نہیں آئی، اب بتاؤ عرض کیا کہ زمانہ جاہلیت میں ایک قوم پر گزرا اور ان پر منتر پڑھا، انہوں نے مجھ سے وعدہ کر رکھا تھا، آج میرا گزرا دھر کو ہوا تو ان کے یہاں شادی ہو رہی تھی انہوں نے مجھے یہ دیا تھا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی وقت حلق میں ہاتھ ڈال کر قے کرنے کی کوشش کی مگر ایک لقمہ وہ بھی بھوک کی شدت کی حالت میں کھایا گیانہ نکلا کسی نے عرض کیا کہ پانی سے قے ہو سکتی ہے ایک بہت بڑا پیالہ پانی کا منگوایا اور پانی پی پی کر قے فرماتے رہے یہاں تک کہ وہ لقمہ نکالا۔

### حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا احتیاط:

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ایک مرتبہ دودھ نوش فرمایا، اور پھر شبہ ہونے پر سارا قے فرمادیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے جنہوں نے براہ راست اسے استفادہ کیا تھا ان کے بعد آنے والے حضرات تابعین رحمہم اللہ و تبع تابعین نے بھی اپنی زندگیوں کے ہر دور میں دین پر پورے طور پر عمل کر کے دیکھا۔

### حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ:

امام صاحب رحمہ اللہ کی تجارت بہت وسیع تھی، لاکھوں کالین دین تھا، اکثر

بڑے بڑے سوداگروں سے معاملہ رہتا تھا، ایسے بڑے کارخانہ کے ساتھ دیانت اور احتیاط کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ ناجائز طور پر ایک پائی بھی ان کے خزانہ میں نہیں داخل ہو سکتا تھا، اس احتیاط میں کبھی کبھی نقصان اٹھانا پڑتا تھا، مگر ان کو کچھ پرواہ نہیں ہوتی تھی ایک دفعہ حفص بن عبد الرحمن کے پاس خز کے تھان بھیجے اور کہلا بھیجا کہ فلاں فلاں تھان میں عیب ہے خریدار کو بتادینا، حفص کو اس ہدایت کا خیال نہ رہا تھان بیچ ڈالے اور خریداروں کو عیب کی اطلاع نہ دی امام صاحب کو معلوم ہوا تو نہایت افسوس کیا، تھانوں کی قیمت جو تیس ہزار درہم تھی سب خیرات کر دی۔

### حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا واقعہ:

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے متعلق تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے کہ اپنے معاملے میں آپ کا تقویٰ اور احتیاط اس قدر تھا کہ مسئلہ مختلف فیہا میں قول رائج پر جو احتیاط کے زیادہ قریب ہوتا اس کو اختیار فرمایا کرتے تھے باوجود ضرورت کے احتیاط کو ہر گز نہیں چھوڑتے تھے، آپ کی احتیاط کی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ آپ اپنے امراض میں کیسا ہی شدید مرض کیوں نہ ہوا کبھی بیٹھ کر نماز نہیں پڑھی مرض الموت میں جب تک اس قدر حالت رہی کہ دو آدمیوں کے سہارے سے کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے تھے اس وقت تک اسی طرح پڑھی کہ دو آدمیوں نے بمشکل اٹھایا اور دونوں جانوں سے کمر میں ہاتھ ڈال کر لے کر کھڑے ہو گئے اور قیام و رکوع و سجود انہیں کے سہارے سے نماز ادا کی، خدام نے عرض کیا کہ حضرت بیٹھ کر نماز ادا کر لیجیے مگر نہ کچھ جواب دیا نہ قبول فرمایا، آخر جب کمزوری اس قدر پہنچ گئی کہ دوسرے کے سہارے بھی کھڑے ہونے کی قدرت نہ رہی تو اس وقت چند وقت کی نمازیں آپ نے بیٹھ کر پڑھیں گویا بتلا دیا کہ اتباع شرع اس کو کہتے ہیں تقویٰ اس کا نام ہے اختیار احوط اسی طرح ہوتا ہے۔

## الاشباہ والنظائر (1)

دسویں صدی ہجری کے عظیم محقق اور فقیہ شیخ زین الدین بن ابراہیم رحمہ اللہ کی تصنیف ہے آپ کے آباء واجداد میں ایک صاحب کانام نجیم تھا۔ اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو ”ابن نجیم“ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اہل علم طبقہ میں آپ زین بن ابراہیم کی بہ نسبت ابن نجیم کے نام سے زیادہ جانے پہچانے جاتے ہیں۔ 926ھ کو مصر کے مشہور شہر قاہرہ میں آپ کی ولادت ہوئی آپ نے اپنے دور کے جید اور معروف صاحب علم و فضل حضرات کی خدمت میں رہ کر مختلف علوم و فنون حاصل کیے خصوصاً علم فقہ کے ساتھ آپ کو بہت زیادہ لگاؤ تھا۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ علم فقہ کو آپ نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا، اس کا ثمرہ یہ ملا کہ اللہ پاک نے آپ کو فقہ میں خوب مہارت عطا کی۔ علم فقہ سے اپنے خصوصی تعلق اور بے پناہ لگاؤ کو آپ نے خود بیان کیا، لکھتے ہیں:

(جن علوم و فنون کو میں نے حاصل کیا ان میں سے) فقہ وہ پہلا فن ہے جس کو سیکھنے کے لیے میں نے راتوں کی نیند قربان کی اور اس فن کے حصول کے لیے میں نے اپنی آنکھوں، ہاتھوں اور اپنی سوچ و فکر کو خوب خوب استعمال کیا اور زمانہ طالب علمی سے ہی مجھے فقہ میں لکھی گئی پرانی و نئی ہر قسم کی کتاب پسند تھی، میں ہمہ وقت ان کتابوں کے حصول کی فکر میں لگا رہتا تھا جو مجھے دستیاب نہ تھیں۔ چنانچہ تلاش بسیار کے بعد میں ایسی کافی ساری کتابوں سے آگاہ ہوا جو نایاب ہو گئی تھیں۔

(الاشباہ والنظائر مقدمہ ص 15 دار الکتب العلمیہ)

ہمارے شہر قاہرہ میں فقہ کے موضوع پر جتنی کتب موجود تھیں تقریباً ان تمام کتب کا میں نے بغور مطالعہ کیا اور ان میں موجود کتابوں میں سے سوائے چند ایک کے کوئی کتاب بھی میری نظروں سے اوجھل نہ رہ سکی۔

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ کو اللہ پاک نے ظاہری و باطنی خوبیوں سے خوب خوب نوازا تھا، شیخ عبدالوہاب الشمرانی رحمہ اللہ آپ کے عمدہ اخلاق کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں نے دس سال کا عرصہ آپ کے ساتھ گزرا۔ اس پوری مدت میں آپ سے کوئی ایسا کام سرزد ہوتا نہیں دیکھا جو شریعت کے خلاف ہو اور 953ھ میں مجھے آپ کی معیت میں حج کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، دوران سفر اپنے پڑوسیوں، غلاموں اور رفقاء کے ساتھ آپ کا رویہ بہت اعلیٰ پایا، حالانکہ سفر میں (عموماً) لوگوں کے اخلاق و مزاج بدل جاتے ہیں۔

(البحر الرائق ترجمہ صاحب البحر ص 5)

شیخ ابن نجیم رحمہ اللہ نے بہت سی علمی و تحقیقی کتابیں تصنیف فرمائیں جن کی تعداد ایک درجن کے لگ بھگ ہے، سب سے آخری کتاب جو آپ نے لکھی وہ ”الاشباہ والنظائر“ ہے اور آپ نے یہ کتاب بہت کم مدت میں لکھی۔

اس سے پہلے کہ ہم باقاعدہ طور پر کتاب اور اس کے مضامین سے متعلق بات کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ الاشباہ والنظائر کے بارے میں اہل علم حضرات کی آراء سے آپ کو آگاہ کرتے چلیں تاکہ آپ کو زیر بحث کتاب کی قدر و منزلت اور بے پناہ مقبولیت کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

1: علامہ حموی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الاشباہ والنظائر ایک ایسی کتاب ہے کہ زمانہ نے اس جیسی کتاب نہیں دیکھی



اور کتب حنفیہ میں اس کی مثل یا اس کے ہم پلہ کتاب نہیں، یہ کتاب اگرچہ حجم کے لحاظ سے چھوٹی ہے مگر اپنے اندر علوم کا سمندر سموئے ہوئے ہے..... کوئی بھی قاضی یا مفتی ایسا نہیں جسے اپنے فیصلے یا فتوے میں اس کتاب کی حاجت نہ ہوتی ہو۔

(غزریون الابصار ص 5)

2: علامہ التقی الغزری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الاشاہ والنظار ایک ایسی کتاب ہے جس میں کثیر تعداد میں فقہی قواعد، بہت باریک مسائل اور بہترین جوابات ذکر کیے گئے ہیں، اسے عوام و خواص میں بہت مقبولیت حاصل ہے۔ میرا غالب گمان یہ ہے کہ روم کے کسی بھی عالم دین کی لائبریری اس کتاب سے خالی نہیں ہوگی۔

(الطبقات السنیہ فی تراجم الحنفیہ رقم الترجمہ 894)

3: علامہ شرف الدین الغزری رحمہ اللہ بڑے عجیب انداز سے تبصرہ فرماتے ہیں:

تمام کتابوں میں سب سے بہترین اور قابل فخر، اسلوب و طرز کے لحاظ سے منفرد، اس کی عبارت خوش نما، اس کے اشارات دقیق، اپنے فن میں بے مثال و لا جواب کتاب، فقہ کے بے شمار مسائل کا احاطہ کیے ہوئے۔

(تنویر البصائر بحوالہ ماہنامہ وفاق المدارس)

4: علامہ تاج الدین سبکی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس جیسی کتاب فقہ حنفی میں نہیں دیکھی گئی۔

(شرح عقود رسم المفتی)

5: شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ لکھتے ہیں: کتاب کا بنظر غائر مطالعہ انسان میں تفقہ پیدا کرنے میں بہت معاون ہوتا ہے۔

(تبصرے ص 318)

## لوحِ ایام

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا میں معزز مہمانان گرامی کی آمد اور متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کے اندرون و بیرون ممالک کے مختلف مسلکی اسفار اہم مذہبی، سیاسی اور سماجی شخصیات سے خصوصی ملاقاتیں

مرکز اہل السنۃ والجماعت (خانقاہ اشرفیہ اختر) میں 1 جنوری بعد نماز مغرب تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کے لیے متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کا اصلاحی بیان ہوا جس میں حضرت الشیخ کے مریدین، متوسلین اور عوام الناس نے شرکت کی۔ آپ نے مخلوق خدا کو چاروں سلاسل میں بیعت بھی فرمایا۔

☆ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ مسلکی و دعوتی دورے کے لیے سری لنکا تشریف لے گئے۔ سفر کی روداد ان شاء اللہ آنے والے شمارے ماہنامہ فقیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ نے چوتھا نکاح کر لیا۔ یاد رہے کہ سادات ہاشمی گھرانے میں ان کا نکاح ہوا ہے۔

☆ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کے صاحبزادے زین العارفین کی شادی بھی ہو گئی۔

☆ عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعت (سرگودھا) کے زیر اہتمام سرگودھا شہر میں پہلی سالانہ تعلیمات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نفرنس منعقد ہوئی جس میں علماء کرام اور عوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی اور مولانا محمد الیاس گھمن کا خصوصی بیان ہوا۔

☆ مرکز اہل السنۃ میں یکم جنوری کو ماہانہ تین روزہ تحقیق المسائل کورس کا انعقاد ہوا

## رقم بھیجنے کا طریقہ کار!!

تمام خریدار اور ایجنسی ہولڈرز کو ادارے کی جانب سے گزارش کی جاتی ہے کہ آپ کو ہر ماہ تسلسل کے ساتھ مطلوبہ رسائل بھیجے جارہے ہیں۔ آپ کی سہولت کو مد نظر رکھتے ہوئے ادارہ نے آپ کی طرف سے ادا شدہ رقم کو یقینی بنانے کے لیے ہدایات جاری کی ہیں۔

### بذریعہ منی آرڈر:

دفتر رسائل و جرائد [ماہنامہ فقہ] مرکز اہل سنت والجماعت 87 جنوبی سرگودھا۔  
نوٹ: منی آرڈر سلپ پر اپنا نام مکمل پتہ اور فون نمبر لکھنے کے ساتھ مطلوبہ رسالے کا نام ضرور لکھیں اور اگر نیا رسالہ جاری کرانا ہے تو ساتھ بریکٹ میں (نیا) لکھیں اور اگر سابقہ بل ادا کرنا ہے تو بریکٹ میں (تجدید) اور اپنا خریداری نمبر لکھیں۔

### بذریعہ بینک ڈرافٹ:

میزان بینک سرگودھا بنام محمد الیاس 14010100725862  
نوٹ: اپنا مکمل نام و پتہ، بینک ڈرافٹ نمبر لازمی ہمیں ارسال کریں اور بذریعہ فون یا S.M.S یا ای میل ☑ ہمیں اس کی اطلاع دیں۔

### ای میل ایڈریس:

mag@ahnafmedia.com

### میج کرنے کے لیے:

03326311808

[ماہنامہ فقیہ کے مستقل ممبر بننے دوستوں کے نام ماہنامہ فقیہ سبکدوش کیجیے]

## ممبر شپ کا طریقہ

نام:..... ولدیت:.....

رابطہ نمبر:..... ای میل:.....

بینک ڈرافٹ یا منی آرڈر نمبر (لازمی):.....

بینک کا نام:..... رقم جمع کرانے کی تاریخ:.....

مکمل ایڈریس: ☐:.....

مکان / فلیٹ / دکان / دفتر نمبر، ڈاکخانہ، تحصیل، ضلع اور صوبہ واضح لکھیں:

**نوٹ:** فارم کسی بھی سادہ کاغذ پر فل آپ کر کے سرکولیشن مینیجر ماہنامہ فقیہ کے نام

درج ذیل پتے پر ارسال کریں۔ یا بینک ڈرافٹ نمبر اور مکمل پتہ فون پر لکھوادیں۔

پتہ: دفتر رسائل و جرائد (ماہنامہ فقیہ) مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا۔

**نوٹ:** رقم کی ادائیگی بذریعہ منی آرڈر درج بالا پتے پر کریں۔

بذریعہ بینک ڈرافٹ: میزبان بینک سرگودھا بنام محمد الیاس 14010100725862

**نوٹ:** اپنا مکمل نام و پتہ، بینک ڈرافٹ نمبر لازمی ہمیں ارسال کریں اور بذریعہ فون

یا S.M.S یا ای میل ☐ ہمیں اس کی اطلاع دیں۔

وائس ایپ:

Whatsapp پر ہمارا رابطہ نمبر یہ ہے: +923062251253

mag@ahnafmedia.com

فون ☎: 03326311808

## ماہنامہ فقہ ملنے کے پتے

ایجنسی ہولڈرز	علاقہ	فون نمبرز
دارالایمان	کراچی	03342028787
ڈاکٹر تحسین اللہ	پشاور	03339217613
مولانا نوید حنیف	آزاد کشمیر	03132317090
مولانا سلیم معاویہ	کبیر والا	03005664817
مولانا محمد صدیق	ڈیرہ غازی خان	03356351893
مولانا محمد عثمان	میانوالی	03336836228
مولانا عمر خطاب	اٹک	03077375075
رحمت اللہ	کوہاٹ	03449251287
مولانا خالد زبیر	لاہور	03153759031
مولانا خالد زبیر	چکوال	03335912502
ضیاء الرحمن	واں بھجراں	03363725900
مولانا محمد دلاور	اوکاڑہ	03136969193
مولانا عبد اللہ قمر	قصور	03008091899
مولانا عبد اللہ شہزاد	حافظ آباد	03212374824
عبد الوکیل عزیزی	سیالکوٹ	03338639255
مکتبہ ختم نبوت	بہاولپور	03136333497

نوٹ: ایجنسی بک کروانے کے لیے رابطہ کریں: 03326311808



# مرکز اہل السنّت والجماعت

زیر سرپرستی

محمد الیاس گھمن

## ایک ادارہ، ایک تحریک

### شعبہ جات

● شعبہ حفظ القرآن الکریم

● شعبہ درس نظامی

● ایک سالہ تخصص فی التحقیق والدعوة (برائے فضلاء کرام) ماہ شوال تا ماہ شعبان

● شعبہ تصنیف و تالیف

● بارہ روزہ دورہ تحقیق المسائل (برائے طلبہ مقام) ماہ شعبان

● تین روزہ تحقیق المسائل کورس (برائے عوام الناس)

● ہر انگریزی ماہ کی پہلی جمعرات شام تا اتوار صبح ۱۰ بجے

● ماہانہ مجلس واصلاحی بیان (برائے مریدین و سالکین)

● ہر انگریزی ماہ کی پہلی جمعرات مغرب تا عشاء

● (شعبہ رسائل و جرائد) فقیہ (ماہنامہ) - بنات اہل السنّت (ماہنامہ برائے خواتین)

● مکتبہ اہل السنّت والجماعت (فکری و نظریاتی کتب، پوسٹرز، آڈیو کیسٹس اور سی ڈیز کی ترسیل کیلئے)

● مرکز اصلاح النساء (خواتین اور بچیوں کی دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت کا ادارہ)

● احتاف میڈیا سروسز [www.ahnafmedia.com](http://www.ahnafmedia.com)

● (پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں اسلامک کلچر کے فروغ کیلئے)

● احتاف ٹرسٹ (مندرجہ بالا تمام شعبہ جات میں مالی معاونت کیلئے)

● آن لائن دارالافتاء: [mufti@ahnafmedia.com](mailto:mufti@ahnafmedia.com)

● واٹس ایپ سروس India: 0320-4117383 / Pakistan: 0304-6109956

● Arab Countries: 0305-2134811 / Other Countries: 0306-8445718

ان تمام شعبہ جات میں مرکز کے ساتھ زکوٰۃ، فشر صدقات کی مدد میں تعاون فرمائیں

میزان بینک سرگودھا

اکاؤنٹ نمبر  
01007258621401

محمد الیاس

بنام

مرکز اہل السنّت والجماعت، 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

خط و کتابت

E-mail: [markazhanfi@gmail.com](mailto:markazhanfi@gmail.com) 0346-7357394 - 048-3881487